لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

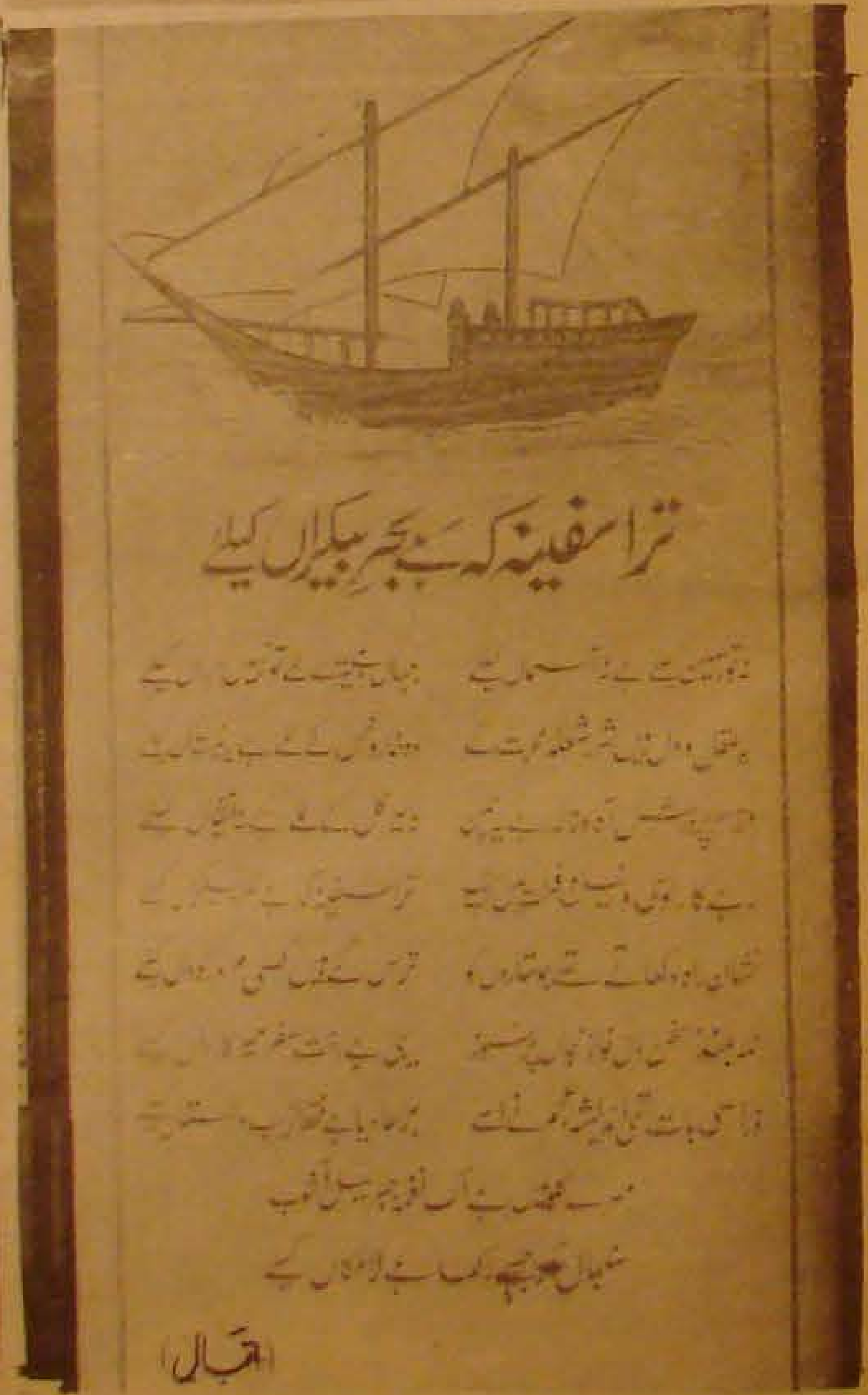

Regd No. LW/NP 56

Phone 22348

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

A few English works of Maulana Abul Hasan Ali Nadwi.

Islam and the World : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 210, price Rs. 18/-*

"ISLAM AND THE WORLD belongs to the small class of thoughtful and thought provoking books which inquires into the factors responsible for the rise and decline of Muslims, studies the impact of Islam on the world and intelligently discusses the role of Islam in the world of today and tomorrow. Maulana Nadwi's book provides a rational and historical refutation of the charge often made from several quarters that it is Islam which is responsible for the present backwardness of the Muslims."

ISLAMIC REVIEW
London, November-December, 1961

Western Civilization—Islam and Muslims : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 199, price Rs. 22/- :*

"This book is a whiff of fresh air in the midst of communal madness all round .... It will be serving a great purpose if it can make the Muslim countries, especially the Indian Muslims to some furious thinking in order to extricate themselves from the malaise in which they have been pushed by their static policies and programmes."

THE HINDUSTAN TIMES
Delhi, December 21, 1969

Muslims in India : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 155, price Rs. 7.00 :*

"After Hunter's MUSALMANS OF INDIA this book may be said to be most useful publication on the subject......

The author "gives a detailed exposition of the achievements of the Muslim scholars in our country and their contribution to the freedom struggle. He demonstrates clearly that in contributing to the classical literature of Arabic and Persian, the Indian Muslims have to their credit a unique achievement, unique in the annals of world literature. By emphasising this aspect the Maulana has given a fitting answer to those historians who consider the period of Islamic domination as a dark age in the history of this sub-continent."

THE STATESMAN
Delhi, December 22, 1963

Religion and Civilization : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 120, price Rs. 8/-. :*

"This brief but incisive work comprises the lectures delivered some years ago at the Jamia Millia, Delhi, and deals with the essential questions of eschatology, cosmology and the resultant socio-ethical order. Like Sorokin, he classifies cultures into sensate and idealistic but unlike him develops his own formulation of the revelatory culture, articulated par excellence, in the Islamic faith and culture ...... One gets from this book a broad and overall view of the socio-ethical order based on revealed guidance."

IMPACT INTERNATIONAL
London, May 16, 1971

Saviours of Islamic Spirit : *Vol. I, by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 434, price Rs. 28/- : Vol. II, Price Rs. 35.*

"Syed Abul Hasan Ali Nadwi has rendered a great service not only to Muslim readers but also to the non-Muslims by placing before them the saintly and devout lives of some of the most eminent men not only of Islam but of the world .... One wishes more books like this will come out so as to bring out those aspects of Islam which are not as well known as they ought to be."

NATIONAL HERALD
Lucknow and Delhi. 9th July, 1972

The Four Pillars of Islam : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 298, price Rs. 22/-:*

"The book deals with the four fundamental duties, *Salat*, *Saum*, *Zakat* and *Haj* and, along with these, their logical advantages and significance and similarities and differences with the modes of worship in other religious communities. It has, thus, at once become a treatise on jurisprudence, scholastic theology and religious teachings and principles."

SIDQ-I-JADID
July 26, 1968

The Musalman : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 120, price Rs. 10/-.*

"Designed to present a true picture of the Indian Muslims before the non-Muslims, the book succeeds in portraying their social customs and manners, religious observances and feasts and festivals without either magnifying or concealing any facet of their life. A book which ought to be translated in every Indian language."

SIDQ-I-JADID
Lucknow, July 21, 1972

Faith versus Materialism : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Mohiuddin Ahmad, pp. 114, price Rs. 10/-.*

"This is a commentary of *Surah Kahf* (The Cave) which occupies a unique place in the Quran ...... In delineating the hidden traits and characteristics of Dajjal the author has brought to light the trickery and swaggering deception of the present-day God-less materialistic civilization. Through his lucid exposition of the message contained in this chapter of the Quran the author has shown how its teachings can be efficacious in achieving deliverance from these evils.

ISLAM AUR ASR JADID
Delhi, July, 1972

Qadianism : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Zafar Ishaq Ansari, M. A.; pp. 152, price Rs. 13/-.*

"A critical study of the Qadiani Movement in the light of historical research. The book has gone a long way in correcting many misconceptions and errors lending force to the Movement."

New Menace and its Answer : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, pp. 24, price Re. 1.50.*

Glory of Iqbal : *by S. Abul Hasan Ali Nadwi, translated by Dr. M. Asif Kidwai, pp. 228, price Rs. 14.*

Nadwa Book Depot P.B. 93 Lucknow-7

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۵ | ۲۵ اپریل ۱۹۷۸ء ——— ۱۶ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ | شمارہ نمبر ۱۲

زرِ اشتراک اندرونِ ہند مع محصول ڈاک:
سالانہ: ۱۲ روپے ششماہی سات روپے
فی پرچہ: ۶۰ پیسے
بیرونِ ہند مع محصول ڈاک:
بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ ۶ شلنگ
ہوائی ڈاک سے، امریکہ و کناڈا اور
یورپین ممالک: ۳ پونڈ
افریقہ، مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ بعید کے ممالک ۲ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپے
بنگلہ دیش: ۱۵ روپے

اسحٰق جلیس ندوی

یہ تضاد کہیں سازش نہ ہو

"اکیسویں صدی عیسوی یا پندرہویں صدی ہجری انشاء اللہ اسلام کی صدی ہوگی"!

یہ خیال، اندازہ، امید، یا پیشگوئی اس حد تک تو صحیح ہے کہ عالمی سطح پر اور ہر محاذ پر اسلامی دعوت کی سرگرمیاں اور دینِ حق کے تبلیغ کی کوششیں اس زمانہ میں جتنی عام ہیں شاید کبھی نہ رہی ہوں، اس میں مواصلات کی سہولت اور ذرائع نشر و اشاعت کی آسانی کو بھی خاصا دخل ہے لیکن تنہا یہی بات نہیں مغربی استعمار اور نوآبادیاتی نظام کے زوال کے ساتھ ایسی دینی تحریکیں اس صدی میں پیدا ہوئیں جن کے ذریعہ ہمہ گیر پیمانہ اور عمومی سطح پر دین کی دعوت و تبلیغ کا کام جاری ہوا، دوسری طرف نوآزاد مسلم ممالک کے عوام میں اسلام کو ایک غالب طاقت اور مکمل نظامِ حیات کے طور پر اپنانے کا رجحان عام ہوا۔

اکثر مسلم ممالک نے اپنی آزادی کی جد و جہد میں اسلام کا نام استعمال کر کے مسلم عوام کی جذباتی تائید حاصل کی، مسلم عوام نے جان و مال کی قربانیاں اسلام کے نام پر دیں، اس سلسلے کی نمایاں مثال الجزائر اور پاکستان ہے۔

اسی دور میں عالمی اقتصادیات کا توازن ان مسلم ممالک کی طرف منتقل ہو گیا، جو تیل کی دولت سے مالا مال اور اس سیال سونے کے مالک ہیں، ان عرب ممالک نے (جن میں مملکت سعودی عربیہ ممتاز ہے) اسلام کے نام پر بڑی سرگرمی کا ثبوت دیا ہے، رابطہ عالم اسلامی، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، تنظیم رسالۃ المساجد، ندوۃ الشباب اس طرح کی کئی تنظیمیں اس کی سرپرستی میں قائم ہوئیں، مسلم ماہرینِ تعلیم، ماہرینِ اقتصادیات، ماہرینِ سائنس و ٹکنالوجی، ماہرینِ فقہ و قانون کی کانفرنسیں منعقد کیں، اور شریعت اسلامیہ کی عصرِ حاضر میں تطبیق کا ایک طویل و مفصل منصوبہ بنایا، اسلامی سربراہوں کی کانفرنس، اسلامی بینک، اور اسلامی سکریٹریٹ کا قیام انہی کوششوں کی کڑیاں ہیں، اسلام کا نام اس دور میں شرم و عار کا باعث نہیں رہا، وہ دن گذر گئے جب مغرب سے مرعوب و مسحور ماحول میں خدا کا نام لینا رقیبوں کو شکایت کا موقع دیتا تھا، آج اسلام کا نام لے کر، عوام کے دینی جذبات کو استعمال کر کے مسلم ممالک کے قائدین اپنی قیادت اور کرسی کو استحکام بخشتے ہیں، بیرونی دشمنوں اور اندرونی حریفوں کو ناکام بناتے ہیں، اسلام اس دور میں اجنبی اور نامانوس نہیں رہا بلکہ یہ وہ چلتا سکہ ہے کہ اس کی ضرورت اس کے مخالف اور اس کے مخلص بھی محسوس کرتے ہیں۔

یہ بات جہاں شکر و مسرت کی ہے وہیں یہ چیز بہت کھٹکتی ہے کہ ان مسلم ممالک میں بھی جہاں اسلام پر یقین و اعتماد کا اعلان و اظہار حکومتی اور عوامی سطح پر ہوتا ہے، اسلام دشمن سرگرمیاں متوازی جاری ہیں، اسلام کے درخت کا نشو و نما جس زمین میں ہونا ہے اسے بنجر بنانے کی ایک طرف تو منظم کوشش ہو رہی ہے اور دوسری طرف اسلام کو غالب کرنے کے عزائم کا اعلان بھی ہے۔ ذرائع ابلاغ و نشر و اشاعت، ریڈیو، ٹی وی صحافت و ادب، فلم اور ثقافتی پروگراموں کے ذریعہ معاشرہ میں وہ زہر پھیلایا جا رہا ہے جس سے اسلامی نظام کا نسخۂ کیمیا بے اثر ہو جائے، قول و عمل کے اس تضاد سے کوئی مسلم ملک مستثنیٰ نہیں، پاکستان کے موجودہ حکمرانوں سے یہ توقع تھی کہ وہ اسلامی شریعت کے نفاذ اور اسلامی معاشرہ کے قیام میں جس اخلاص اور تندہی سے سرگرم عمل ہیں، وہ اپنے یہاں کے اس تضاد کو جلد ختم کر دیں گے، لیکن یہ مسئلہ ہنوز اصلاح و توجہ کا محتاج ہے۔

اسلامی شریعت کے نفاذ میں حکومت کی سرپرستی اور قانون کا تحفظ قطعاً کافی نہیں یہ وہ انقلابی آئین اور طرزِ زندگی ہے جس کی کامیابی کا انحصار فرد اور معاشرہ کی اصلاح پر ہے ہمیں اندیشہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پر ملک اور معاشرے کی تشکیل و تعمیر کو ناکام اور ناقابلِ عمل ثابت کرنے کے لئے دانا دشمنوں نے کوئی سازش نہ کی ہو، کہ تجربہ سے یہ نظام ناکام ثابت ہوا ہے۔

اسلامی تاریخ جس نازک موڑ سے اس وقت گذر رہی ہے وہ اسلام سے محبت اور قلبی تعلق رکھنے والوں کے لئے ایک زبردست چیلنج ہے، اس میں ان کے اخلاص، ذہانت، بصیرت، تدبر اور دور اندیشی کا بہت بڑا امتحان ہے، خدا کرے کہ دین کی اساس پر ملک و معاشرے کی تعمیر و تشکیل کے آرزومند اپنی پوری توانائی اور توجہ معاشرے میں اسلام کے لئے سازگار فضا پیدا کرنے اور ہر فرد کے لئے اسے دل سے قبول کرنے کا جذبہ پیدا کرنے میں صرف کریں گے، وقت کے دھارے کو اپنے حق میں موڑنے کے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، تاریخ کے اس فیصلہ کن موڑ پر اسلام پسندوں کی غفلت اور سطحیت خدانخواستہ صدیوں تک اسلام کے لئے سدِّ راہ بن جائے گی۔ ؎

یک لحظہ غافل بودم و صد سالہ راہم دور شد

ایک شرانگیز پروپیگنڈہ

ہماری صحافت کی غیر ذمہ داری کے تجربات آئے دن ہوتے رہتے ہیں، بلا تحقیق کسی بات کو سنسنی خیز سرخیوں کے ساتھ شائع کرنا اخبار کی اشاعت کے لئے تو شاید کچھ مفید ہو لیکن صحافتی دیانتداری اور احساسِ ذمہ داری کے یہ قطعاً منافی ہے۔

گذشتہ دنوں بعض اخبارات نے گنبدِ خضریٰ کے انہدام کی خبر جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ہمیں جو عشق و محبت ہے اس کا تقاضا تھا کہ اس خبر پر غم و غصہ، تشویش و پریشانی اور احتجاج و ناپسندیدگی کا اظہار ہو۔

لیکن اصل واقعہ کیا ہے؟ اس کی تحقیق و جستجو کی ضرورت اخبار نویسوں نے محسوس نہیں کی۔ بات صرف اتنی تھی کہ سعودی عربیہ کے ایک پرچے "الدعوۃ" میں ایک صاحب نے ایک مضمون شائع کیا، جس میں انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ "گنبدِ خضریٰ کا اطراف چونکہ مسجد کے حکم میں داخل ہے اور اس سے بعض دشواریاں پیش آتی ہیں لہٰذا روضۂ اقدس کا ایسا احاطہ کر دیا جائے کہ وہ مسجد کے حکم میں نہ داخل ہو"۔

چونکہ یہ تجویز نامناسب تھی لہٰذا حکومت نے اس اخبار کے ایڈیٹر کو معطل کر دیا جس میں یہ مضمون شائع ہوا تھا، نہ یہ تجویز حکومت یا کسی ذمہ دار تنظیم کی طرف سے پیش ہوئی نہ اس کی کہیں سے تائید ہوئی، یہ صرف ایک شخص کا انفرادی خیال تھا، لیکن اس خبر کو جو رنگ ہمارے پریس نے دیا اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہودی خبر رساں ایجنسیاں اور یہود نواز اخبارات مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے اور ان کے ذہن کو مسموم کرنے کے لئے اس خبر کو اچھال رہے ہیں۔

ہم برادرانِ ملت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہر مسئلہ میں جذبات کو عقل کا تابع رکھ کر کوئی اقدام کیا کریں۔!!

تعلیم القرآن

از: مولانا محمد اویس نگرامی ندوی مرحوم

کافروں کے ساتھ برتاؤ:

قل للذین اٰمنوا یغفروا للذین لا یرجون ایام اللّٰہ۔ (جاثیہ ۲)

(اے رسول) مسلمانوں سے کہدے کہ اُن کو جو خدا کے دنوں پر یقین نہیں رکھتے انہیں معاف کر دیا کریں۔

غیر مسلموں کے ساتھ بے تعلقی کے باوجود مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان کو معاف کرتے رہیں، دنیاوی معاملات میں اور اخلاق میں ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں، یہاں تک کہ عین لڑائی کی حالت میں بھی حکم ہے کہ،

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ۔ (توبہ ۱)

اور اگر مشرکین میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے۔

قرآن پاک میں صاف حکم ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ مشرک اور کافر ہیں، تو بھی ان کی خدمت بجا لانا اور دنیا کے معاملات میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا ضروری ہے۔

انتہا یہ ہے کہ کفار اور مشرکین کے ساتھ معاہدہ کو پورا کرنا پرہیزگاری کی شان بتائی گئی ہے،

الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئاً ولم یظاھروا علیکم احداً فاتموا الیھم عھدھم الیٰ مدتھم ان اللّٰہ یحب المتقین۔ (توبہ ۱)

لیکن جن مشرکوں سے تم نے عہد باندھا پھر انہوں نے تم سے کچھ کم نہ کیا اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کا عہد انکی مدت مقررہ تک پورا کرو۔ اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا، تم زمین والوں پر رحم کرو، تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا، فرمایا لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

دیکھا جائے تو اس میں کہیں مسلمان کی قید نہیں، مطلب یہ ہے کہ عام بھلائی اور نیکی مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کے ساتھ بھی کیجا سکتی ہے۔

حضرت صفیہؓ نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو تیس ہزار کی مالیت کا صدقہ دیا تھا، ابو میسرہ، عمرو بن میمون اور عمرو بن شرجیل صدقۂ فطر سے عیسائی راہبوں کی مدد کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے اپنے مشرک بھائی کو تحفہ بھیجا،

حضرت ابوہریرہؓ کی ماں کافرہ تھیں، بیٹے کے ساتھ مدینہ میں رہتی تھیں، جہالت سے حضورؐ کو گالیاں دیتی تھیں، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا، حضورؐ نے غصہ کے بجائے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

روزی کی تلاش:

فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ۔ تو پھیل پڑو زمین میں اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

خدا کا فضل، اس کی روزی ہے، حلال روزی کی تلاش بھی اللہ کی اطاعت اور عبادت ہے محنت، مزدوری، تجارت، کھیتی، ملازمت جس طرح بھی ممکن ہو اچھی روزی حاصل کرنا چاہیئے، تاکہ بیوی بچوں کا حق ادا ہو سکے اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا جا سکے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ فرائض کے بعد حلال کمائی کی تلاش فرض ہے،

صحابہ عام طور سے اپنی کمائی کے لئے کوئی نہ کوئی کام کرتے تھے، کوئی تجارت کرتا تھا، کوئی کھیتی کرتا تھا، کوئی دوسرے پیشوں کے ذریعہ سے اپنی روزی کا سامان پیدا کرتا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ تجارت کرتے تھے، حضرت سلمانؓ چٹائی بناتے تھے، ایک صحابی پھاوڑا چلاتے تھے، ان کے ہاتھ سیاہ ہو گئے تھے، حضورؐ نے دیکھا تو پوچھا کہ تمہارے ہاتھ پر کچھ لگا ہے؟ بولے نہیں پتھر پر پھاوڑا چلاتا ہوں اور اس سے اپنے بال بچوں کیلئے روزی پیدا کرتا ہوں، حضورؐ نے ان صحابی کا ہاتھ چوم لیا، مالدار اور تندرست آدمی کو مانگنا جائز نہیں ہے۔

جو لوگ طاقت کے باوجود بیکار بیٹھے رہتے ہیں اور صدقہ خیرات کا انتظار کرتے ہیں یا کسی عذر کے بغیر لوگوں سے مانگتے ہیں، ان کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رشوت شرعی نظر میں بہت بڑا سنگین جرم ہے، اور اس کے حلال بنانے میں حیلے تراشنا یہ اس کو اور سنگین بنا دیتا ہے

عن عبد اللّٰہ بن عمروؓ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی۔ (رواہ ابوداؤد و رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان عن ثوبان وزاد "والرائش یعنی الذی یمشی بینھما" مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۶

ترجمہ: عبد اللہ ابن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت کھانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور کتب حدیث میں ثوبانؓ سے اس شخص پر بھی لعنت مذکور ہے جو درمیان میں رشوت کا معاملہ طے کرنے والا ہو۔

عن ابی امامۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من شفع لاحد شفاعۃ فاھدی لہ ھدیۃ علیھا فقبلھا فقد اتی باباً عظیماً من ابواب الربا۔ (رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۶)

ترجمہ: ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی شخص کے معاملہ میں صحیح سفارش بھی کی اور اس کے بعد اس کے سامنے سفارش کرنے والے نے کوئی ہدیہ پیش کیا اور اس نے اس کو قبول کر لیا تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بھی بڑی سود خوری کے برابر ہے۔

شرح: رشوت کی حرمت اور اس کی حیثیت مذکورہ بالا ترجمہ سے ظاہر ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اس ایک جرم میں تین شخص مجرم قرار دیئے جاتے ہیں، اسلام میں جرائم کے انسداد کے لئے صرف قوانین کا وضع کر دینا یہ ناکافی سمجھا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ذہنیت اور معاشرت کی تبدیلی پر بھی زور دیا گیا ہے اور انسان کے ضمیر پر ایک ایسی طاقت کا دباؤ ڈالا گیا ہے جو حاضر و غائب اس کے دل پر یکساں مستولی رہے اسی قرآن کریم میں بہت سے مقامات میں آئین و ضوابط کا تذکرہ فرما کر یا تو اتقوا اللّٰہ کا لفظ فرما دیا گیا ہے یا یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ جو کچھ تم کہتے یا کرتے ہو وہ پوشیدہ ہو یا علانیہ ان میں سے کوئی بات ہمارے علم سے باہر نہیں رہتی وہ براہ راست بھی ہم سنتے اور جانتے ہیں اور ہماری سی۔ آئی۔ ڈی کے دو فرشتے تمہاری ایک ایک حرکت اور سکون کو ضبطِ تحریر میں لاتے رہتے ہیں اور اس سے آگے بڑھ کر تمہارے اچھے بُرے افعال خود تمہارے اعضا میں ایسے اثرات چھوڑ جاتے ہیں جو دنیا میں زبانِ حال سے اور آخرت میں زبانِ قال سے ان پر شاہد ہوں گے، آج بھی ایک پولیس افسر ایک مشتبہ آدمی کو دور سے دیکھ کر یہ تاڑ لیتا ہے کہ فلاں مال کی چوری اسی نے کی ہے اور صرف اپنے تجربہ اور قیافہ شناسی سے اس کو گرفتار کر لیتا ہے اس کا مطلب یہی تو ہے کہ اس کی چوری کے اثرات کچھ نہ کچھ اس کے جسم اور چہرے سے نمایاں ہونے لگتے ہیں تو پھر آپ کو اسی طرح انسان کے دوسرے افعال کی شہادت میں آخرت کے دن شبہ کرنے کی وجہ کیا ہے، شریعت میں لعنت وہ آخری لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سب سے بڑھ کر راندۂ درگاہ کے لئے یعنی ابلیس شیطان کے لئے استعمال فرمایا ہے، یہی لفظ رشوت کے معاملہ میں استعمال فرمایا ہے۔

اب اگر کسی کے دل پر اس آخری لفظ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تو پھر وہ صرف قانون سے کیا متاثر ہو سکتا ہے، حکومتیں یہاں کتنا غلط قدم اٹھاتی ہیں کہ خود حکام کی رشوت کی تحقیق کے لئے ایک دوسرا محکمہ قائم کرتی ہیں جس کا عنوان "اینٹی کرپشن" (ANTI—CORRUPTION) ہے اس کا حاصل عوام کے حق میں صرف یہ نکلتا ہے کہ پہلے جو رشوت ایک جگہ دی جاتی تھی اب دو جگہ دینی پڑتی ہے اور یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اگر اینٹی کرپشن کے افسران قابلِ اعتماد ہیں تو ان ہی کو اصل حاکم کیوں مقرر نہیں کیا جاتا، اس محکمہ کی وجہ سے پہلے افسران کے اوپر فطرتاً یہ اثر پڑتا ہے کہ جب ہم حکومت کی نظر میں یوں بھی رشوت خور ہو سکتے ہیں پھر کیوں نہ ہم رشوت لینا شروع نہ کر دیں یعنی ان کی ذہنیت خود بخود مجرمانہ بن جاتی ہے۔

"مذہب و اخلاق خلوص و محبت میں آج بھی بڑی طاقت ہے"

"اب بھی دین اور اخلاق کی مضبوط گرفت ہے اور خدمت کا وسیع میدان کھلا ہوا ہے"

"دنیا سے فساد، کرپشن، اخلاقی بے راہ روی، برادر کشی کو مٹانا ہے"

عالی مرتبت امام حرم اور ان کے معزز رفقاء کے اعزاز میں لکھنؤ کے شہریوں کی طرف سے بیگم حضرت محل پارک میں ایک عظیم الشان استقبالیہ جلسہ منعقد ہوا۔ اس استقبالیہ میں شہر کے مسلم اور غیر مسلم عوام و خواص ہزاروں کی تعداد میں شریک تھے جن میں اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ اور دوسرے وزراء، ممتاز دینی، علمی، سماجی، سیاسی شخصیتیں موجود تھیں، اس موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے یہ تقریر فرمائی۔ شاکر علی رحمانی (متعلم ندوہ) کے شکریے کے ساتھ جنھوں نے اس تقریر کو ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلمبند کیا۔ یہ تقریر نذر قارئین ہے۔

تحریک خلافت کا دور یاد آگیا:

حضرات! میں آپ کے شہر لکھنؤ کا رہنے والا ہوں، میری زندگی اسی شہر میں گذری ہے، مجھے آج بے اختیار تحریک خلافت کا وہ دور یاد آگیا جب میرا شعور مکمل تو نہیں ہوا تھا لیکن شعور کا آغاز ہو گیا تھا اور میرا ذہن کام کرنے اور گرد و پیش کا ادراک کرنے لگا تھا، آج میرے سامنے تصویر کی طرح وہ مناظر پھر گئے جب امین الدولہ پارک میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا اور ہم اپنے ان رہنماؤں کا استقبال کیا کرتے تھے جو اس ملک کو آزاد کرانے کے لئے نکلے تھے، اسی وقت ہم ہندو مسلم اتحاد کے وہ مناظر دیکھتے تھے جو سمندر کی موجوں اور دریا کی لہروں کی طرح امنڈ آئے تھے اور زندگی کی ایسی علامتیں بن گئے تھے جنھوں نے بالآخر اس ملک کو آزاد کرا کے چھوڑا۔

مادیت نے ابھی دل و دماغ پر قبضہ نہیں کیا:

آج اسی شہر میں امام حرم کی تشریف آوری پر آپ حضرات کا جوش و خروش، آپ کا اظہار محبت جس کا مظاہرہ آپ نے ہوائی اڈہ، نماز جمعہ اور سارے دن کے پروگراموں میں کیا یہ زیادہ عمیق تر اور گہری حقیقت کی غمازی کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مادیت پرستی، خود غرضی، زندگی کی ظاہری چمک دمک نے ابھی ہمارے دل و دماغ پر، ہماری آنکھوں پر ایسا قبضہ نہیں کیا ہے کہ ہم ان لطیف معانی اور حقائق کو جو ملک، شہر، شخصیتوں، اداروں، دبستانوں کی نمائندگی کرتے ہیں، فراموش کر دیں۔

تین آدمیوں پر مشتمل ایک گروہ، ایک وفد اس شہر میں آتا ہے، یہ آپ کو کچھ دے کر نہیں جائے گا، وہ یہاں دولت کو تقسیم کرنے نہیں آیا، وہ پٹرول کا مسئلہ حل کرنے نہیں آیا، بلکہ یہ حضرات ایک ایسے پیغام کے مرکز کی نمائندگی کرتے ہیں جس نے دنیا کو امن و مساوات، عدل و انصاف، حقوق انسانی اور خدا کی معرفت کا پیغام دیا ہے۔

یہ حضرات ایک ایسے شہر اور ایک ایسے دینی مرکز کی نمائندگی کرتے ہیں جس نے دنیا کی جھولی روپے پیسے سے نہیں بھری، دنیا کا اقتصادی مسئلہ حل نہیں کیا اور نہ اس کا ان کو دعویٰ ہے، نہ ان کو اس پر فخر ہے۔

حرم ابراہیمی، مکہ کا حرم اسلئے وجود میں نہیں آیا تھا کہ دنیا کے اقتصادی مسئلہ کو حل کرے، اگر یہی مقصد ہوتا تو ایسی غیر آباد جگہ پر، ایسے صحرا میں نہ ہوتا جہاں کھیتی ہوتی تھی نہ سبزہ تھا، نہ غلہ پیدا کرنے کی صلاحیت تھی، حرم کو قائم کرنے والے پیغمبر نے کسی خاکساری اور معذرت سے کہا تھا:۔

"ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ۔

ہم دنیا کو بھولی ہوئی حقیقت یاد دلانے آئے ہیں

اے ہمارے پروردگار میں نے اپنے اس چھوٹے سے کنبے کو یہاں ایک ایسی گھاٹی میں، پہاڑوں سے گھری وادی میں بسا دیا ہے، چھوڑ دیا ہے تیری مدد کے بھروسے پر جس میں زراعت کی صلاحیت نہیں، جہاں زرعی مراکز اور بڑی بڑی انڈسٹریز قائم نہیں ہو سکتیں اگر مجھے ایسا کرنا ہوتا تو میں دنیا کے ان شہروں کا انتخاب کرتا جو زراعتی اور تجارتی مراکز ہیں میں نے ان کو اس بے آب و گیاہ وادی میں اس لئے چھوڑا ہے کہ یہ کبھی اپنا اصل مقصد و مشن نہ بھولیں، جب نظر اٹھا کر دیکھیں تو سامنے پہاڑ، اوپر آسمان کی چھت اور نیچے چٹیل میدان دیکھیں، تاکہ ان کو یاد رہے کہ ہم دنیا میں کسی اور کام کے لئے آئے ہیں جس کو بھلا کر دنیا نے ہمیشہ نقصان اٹھایا ہے، اس کے بغیر ساری مادی ترقیوں کے باوجود دنیا پنپ نہیں سکی، جو تمدن و تہذیب پھلی پھولی وہ خودکشی پر آمادہ ہو گئی، دنیا کی تعمیر کی بجائے تخریب کا باعث ہوئیں۔ میں نے اپنے خاندان کو یہاں اس لئے لا کر ڈالا ہے کہ وہ یہ سمجھیں کہ یہاں اور کوئی نہیں تھا، یہاں اور کوئی کشش نہیں تھی، انہیں صرف یہ حقیقت یاد آئے کہ اس دنیا کا بنانے والا ایک ہے، اس کو ہمیں بھولنا نہیں چاہیئے، اور یہ پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچانا چاہیئے۔

یہ محض جوش و خروش نہیں:

امام حرم کا آپ نے جو استقبال کیا وہ اسی حقیقت کا اعلان کرتا ہے۔ یہ محض جوش و خروش نہیں ہے، میں اس کو ماننے کو تیار نہیں، یہ اتنا نکو بی نہیں تھا جتنا نظر آتا ہے، ایک دریا امنڈ آیا ہے، جوش و خروش کا، محبت و عقیدت کا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی محبت موجود ہے، محبت کا سوتا خشک نہیں ہوا، ہر کام غرض سے نہیں ہوتا، جب دنیا پر وہ منحوس وقت آ جائے کہ ہر کام غرض کے لئے ہونے لگے، ہر قدم غرض کے لئے اٹھایا جائے، سلام، استقبال، خاطر، مدارات، ہر چیز غرض کے لئے ہونے لگے تو سمجھئے کہ انسانیت کا زوال ہو چکا، اور انسان کو انسانیت سے ہاتھ دھو لینا چاہیئے۔

آج ہوائی اڈے پر ہم نے جو نظارہ دیکھا اور پھر ندوے کے وسیع احاطے میں انسانوں کا جو موجیں مارتا ہوا سمندر نظر آیا، یہ بتا رہا تھا کہ مذہب کے نام میں ابھی کشش ہے، مذہب اب بھی بڑی طاقت رکھتا ہے، اخلاق، بے غرضی، خلوص و محبت اب بھی اتنی بڑی طاقت رکھتے ہیں۔ دل کے اندر محبت کا چشمہ اب بھی ایسا رواں ہے کہ اگر کوئی اسے چھیڑ دے تو وہ بہنے کے لئے، ابلنے کے اور ساری دنیا کو سیراب کر دینے کے لئے کافی ہے۔

یہ فال نیک ہے، صرف ہمارے شہر کے لئے نہیں بلکہ ہمارے ملک اور دنیائے انسانیت کے لئے، آپ جس طرح یہاں جمع ہوئے ہیں، آپ کیا لینے آئے ہیں؟ میرے دل میں ان معزز مہمانوں کا جو احترام ہے اس کے باوجود میں یہ صاف کہتا ہوں کہ یہ آپ کو کچھ دے نہیں سکتے۔ اور دنیا میں کوئی کسی کو کچھ نہیں دے سکتا، اس کے باوجود وہ کونسی مقناطیسی کشش ہے جو اس سردی کے موسم میں آپ کو کھینچ کھینچ کر یہاں لائی ہے۔؟

یہ بات اس حقیقت کا اعلان ہے کہ ابھی دلوں کی دنیا مردہ نہیں ہوئی۔ ابھی دل قبرستانوں میں تبدیل نہیں ہوئے، ابھی انسانیت زندہ ہے، ابھی محبت کا چشمہ رواں ہے ابھی انسان کی اس کے علم، اس کی خدمت، اس کی ذاتی فضیلت اور ایک بڑے مرکز اور پیام سے وابستگی اور نسبت کی وجہ سے عزت کی جا سکتی ہے۔ عزت صرف حاکموں، طاقتوروں، دولتمندوں اور حکومتوں کی نہیں بلکہ اس زمانہ میں بھی عالموں، صاحب اخلاق شخصیتوں، صاحب کردار انسانوں، عدل و مساوات کا پیام دینے والوں کی عزت ہے۔ دنیا کو اس وقت تک مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، اس وقت تک اس میں خیر موجود ہے، جب تک یہ جذبہ کام کر رہا ہے۔ جوش و خروش کے زرنگار اور دلکش پردے کے پیچھے میں ان حقیقتوں کو دیکھ رہا ہوں جو بڑی قیمتی ہیں، بڑی قابل قدر اور حوصلہ افزا ہیں، میں مسلمانان لکھنؤ اور یہاں کے تمام شہریوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ بے غرضی، خلوص و محبت کے بھوکے ہیں اور دین و اخلاق کی قدر کرتے ہیں، جن سے کوئی نسلی، نسبی، ملکی، وطنی رشتہ اور تعلق نہیں اور صرف یہ سن کر کہ حرم مکہ سے جس سے لاکھوں، کروڑوں مسلمانوں کے دل وابستہ ہیں۔ **ان کی روح کا آشیانہ جہاں ہے، وہاں سے کچھ مہمان آئے ہیں، اپنے بھائیوں سے ملنے، یہاں کے اداروں کو دیکھنے، محبت کا پیغام دینے، اور یہ دیکھنے کہ یہاں علم اور انسانیت کی خدمت کے لئے کیا کوشش کی جا رہی ہیں، کیا تجربے کئے جا رہے ہیں، اس سے واقف ہوں تو ان کے استقبال کے لئے اور سننے کے لئے اتنا بڑا مجمع امنڈ پڑا کہ اس شہر کی تاریخ نے ایسا منظر شاید ہی دیکھا ہو۔**

آپ کے اس مجمع کو دیکھ کر اور اس سے پہلے جو اجتماعات ہوئے انہیں دیکھ کر میں اپنے دل میں ایک توانائی، ایک طاقت محسوس کر رہا ہوں، اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی دین و اخلاق کی گرفت کتنی مضبوط ہے اور ہمارے لئے خدمت کا کتنا وسیع میدان کھلا ہوا ہے، یہ ہماری کوتاہی ہوگی کہ ہم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔

زندگی میں تبدیلی پیدا کیجئے:

اس کے ساتھ ایک چیز کا اظہار آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔

میرے بھائیو! میں نے آپ کے جوش و جذبات، محبت و عقیدت کو تسلیم بھی کیا اور سراہا بھی ـــ لیکن صرف اتنا کافی نہیں۔ کوئی جماعت، کوئی قوم محض جذبات و شوق کے اظہار پر زندہ نہیں رہ سکتی، آپ کو اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنی چاہئے۔

آپ جس رمز جس علامت پر اس طرح نثار ہو رہے ہیں جیسے شمع پر پروانے نثار ہوتے ہیں، وہ علامت خدا دوستی، خدا پرستی، عقیدۂ توحید، مساوات انسانی کی علامت ہے۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اسلام یہ پیغام دیتا ہے کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، آپ کو ہر کمزور کی مدد کرنی چاہیئے، ہر مظلوم اور غریب پر ترس کھانا چاہیئے، دنیا سے فساد، کرپشن، اخلاقی بے راہ روی، برادر کشی کی رسم کو مٹا دینا چاہیئے۔

ہمارے ان مہمانوں کو خدا سلامت رکھے، یہ اسی پیغام کے امین اور اسی دعوت کی علامت ہیں، یہ دین کے اس مرکز کے خادم ہیں جس نے دنیا کو نیکی کا پیغام دیا اور یہ پیغام دینے والے پیدا کئے جنہوں نے اپنی جان و مال اور راحت و آرام سے بے نیاز ہو کر مشرق سے مغرب تک اور دنیا کے ہر گوشے تک توحید و اخلاق، انصاف و رواداری کا پیغام پہونچایا۔

ان کی جو کچھ اہمیت ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ یہ اس پیغام کے حامل ہیں۔ اور جس مرکز نے یہ پیغام دیا ہے اس مرکز سے یہ تعلق رکھتے ہیں۔ جب علامت کی یہ قیمت ہے تو جس چیز کی یہ علامت ہیں اس کی کیا قیمت ہونی چاہیئے۔

میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس پورے دورے میں یہ لکھنؤ آ کر سب سے زیادہ خوش ہوئے اور ایک اچھا نقش، اچھی یاد اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ ان کے اس تاثر کا انہوں نے اظہار بھی کیا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ خود ان کا پیغام بھی یاد رکھئے، سچے مسلمان بنئے، اچھے انسان بنئے، خادم خلق، انسان دوست بنئے، اپنی زندگی ایسی بنائیے کہ اس میں پھول کی خوبصورتی، مقناطیس کی کشش اور عطر کی خوشبو ہو۔ اگر آپ یہ کریں گے تو اپنے ساتھ بھی انصاف کریں گے اور سوسائٹی کے ساتھ بھی انصاف کریں گے۔!!

مراسلہ:

مذہب اسلام اور مسلمانوں کی ترجمانی

ایک انصاف پسند آریہ سماجی نوجوان کی زبانی

۱۹ر دسمبر ۷۶ء کو شری بالا صاحب دیورس نے آگرہ میں آر۔ ایس۔ ایس کے ایک بڑے مجمع کو خطاب فرماتے ہوئے بعض باتیں ایسی کہیں جو مسلمانوں کے لئے قابل اعتراض تھیں مثلاً انہوں نے یہ کہا کہ "ہندوستان میں رہنے والے دوسرے طریقہ عبادت کے لوگ انڈونیشیا کے مسلمانوں سے سبق لیں جنکے صدر مرحوم کا نام سوکرن تھا جنکی بیوی کا نام رتنا دیوی ہے۔ ہم یہ نہیں مانتے کہ طریقہ عبادت بدل جانے سے تمدن اور قومی زندگی بھی بدل جائے۔ وغیرہ وغیرہ"۔

راقم الحروف نے موصوف کے اس بیان سے اختلاف ظاہر کرتے ہوئے ایک مراسلہ مقامی ہندی اخبار "امر اجالا" میں بغرض اشاعت بھیجا جس میں شری دیورس کی وہ تقریر بھی شائع ہوئی تھی میرا مراسلہ ۴ر جنوری ۷۷ء کو بہت پس و پیش کے بعد شائع ہوا، جسے پڑھ کر علی گڑھ سے ایک نوجوان نے مجھے ایک خط لکھا اور ساتھ ہی اپنے ایک مراسلہ کی نقل بھی روانہ کی جو اس نے "امر اجالا" میں اشاعت کے لئے بھیجا تھا، ذیل میں اس نوجوان کا خط اور وہ مراسلہ دونوں ہی بغرض اشاعت نقل ہیں:۔

عبد القدوس رومی، ایڈیٹر

۷۸۶

بخدمت جناب عبد القدوس رومی مفتی شہر آگرہ، آداب! میں نے آپ کا خط "امر اجالا" اخبار میں ۴ر جنوری ۷۷ء کو پڑھا جس کا عنوان تھا "ہندوستانی مسلمان انڈونیشیا کی تقلید کیوں کریں؟" آپ کے خیالات سے میں پوری طرح متفق ہوں چونکہ مجھے زیادہ لکھنے لکھانے کی عادت نہیں ہے اسلئے میں نے اس بارے میں کہیں کوئی مضمون نہیں لکھا، لیکن آپ نے یہ خط شائع کر کے میرے دل کی بات کہدی" اچھا ہی کیا، آپ نے پہل کر دی۔

میں مختصراً اپنا تعارف کرا دوں، میرا نام دیپک سریواستو ہے اور میں خود کو سماج میں آریہ سماجی کہتا ہوں اور کہلاتا ہوں میں حقیقت میں مذہب اسلام کے لئے گہری عقیدت اور تعلق رکھتا ہوں، اسلام کی طرف میرے اندر رجحان پیدا کرنے اور اس کی معلومات فراہم کرنے والے شری ابو محمد امام الدین ہیں جو کہ اسلامی ساہتیہ سدن رام نگر وارانسی سے شائع ہونے والی اسلامی کتابوں کے مصنف ہیں جن کی کئی کتابیں ہندی میں بھی شائع ہو چکی ہیں ان کی کتابوں کے ذریعہ میں اسلام سے واقف ہوا اور اب تو میں بھی یہی کہتا ہوں "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" اس پر دل و دماغ سے یقین رکھنے لگا ہوں، میں نے اسلام کو سارے عالم انسانیت کے لئے قابل تسلیم مذہب کی حیثیت سے سمجھا ہے اور قبول کیا ہے، اس کی عظمت کو دل سے تسلیم کیا ہے، اس لئے جب کبھی بھی اسلامی طریقہ کے خلاف کوئی خیال یا مضمون سنتا یا پڑھتا ہوں تو میرے دل و دماغ میں ایک کھلبلی سی مچ جاتی ہے، مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے ان الٹی سیدھی باتوں کو سن کر۔ اسی وجہ سے میں نے پہلی بار "امر اجالا" اخبار کو ایک خط چھاپنے کے لئے لکھا ہے اور آپ سے بھی خط و کتابت کر رہا ہوں ـــ اب میں "امر اجالا" کے ایڈیٹر کے نام بھیجے گئے خط کے مضمون کی نقل پیش کرتا ہوں۔

دیپک سریواستو

مورخہ ۴۔۱۔۷۷ء کے اخبار میں ایک خط چھپا تھا جس کا عنوان تھا "بھارتی مسلمان انڈونیشیا کا انوکرن (تقلید) کیوں کریں"؟ جو کہ شری عبد القدوس رومی آگرہ کے ذریعہ بھیجا گیا تھا، میں اس مضمون میں شری عبد القدوس رومی کے خیالوں سے پوری طرح متفق ہوں جس کا خلاصہ یہ تھا کہ سارے عالم کے مسلمانوں کی رہنما اور کتاب ہدایت صرف ایک مقدس قرآن شریف اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی ہے، اس لئے کسی بھی غیر مسلم کو کوئی حق نہیں پہونچتا کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں ان کے طریقہ عبادت پر کوئی سجھاؤ دے، مسلمانوں کو انکے مذہبی معاملات میں سجھاؤ نہ دے کر انہیں اس معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ ان کا ذاتی مذہبی معاملہ ہے، بہتر ہے کہ وہ اس بارے میں کچھ بھی نہ کہیں، کیونکہ کوئی غیر مسلم شخص اسلام کی اس گہرائی تک نہیں پہونچ پاتا ہے جس حد تک ایک سچا مسلمان پہونچتا ہے اور جو کچھ عقیدت و تعلق رکھتا ہے۔

بھارت کے سب ہی دوسرے فرقہ والوں کے لئے اتنا ہی سمجھنا اور سمجھانا کافی ہے کہ ہندوستانی مسلمان بھی ہندوستان کی آبادی کا ایک رکن ہے اور اسے بھی ہند کے ذرہ ذرہ پر اتنا ہی حق ہے جتنا کہ ہندوستان کے دوسرے فرقوں کو ہے، وہ بھارت کا برابر کا شہری ہے جس طرح دوسرے [illegible]

گلوریاں — از: سہالوی

....مگر لوگ تو جانمازیں لیکر رات ہی کو وہاں پہنچ گئے ہیں..

معلوم نہیں کیوں رات نیند بالکل نہیں آئی۔ نیند کا حال بھی بالکل معشوق جیسا ہے کہ بلاؤ تو دامن چھڑا کے بھاگتی ہے اور بھگانے کی کوشش کرو تو آنکھوں میں اس طرح بھیٹ پڑتی ہے کہ آنکھیں کھولنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کتاب ہاتھ سے گر گر پڑتی ہے اور نہ سونے کی کوشش پر بھی نیند آجاتی ہے مگر رات نیند صاحبہ روٹھ گئی تھیں اور منانے کے باوجود دور کھڑی رہیں۔

چنانچہ رات کا اکثر حصہ گھڑی کی ٹک ٹک سنتے سنتے بیت گیا۔ پچھلے پہر آنکھ لگی ہی تھی کہ مرغ بے ہنگام نے نہیں بلکہ کسی معزز مہمان نے دروازے پر دستک دی۔ پہلے تو ہم یہ فرض کر کے کہ ہمارے یہاں نہیں بلکہ پڑوس میں کوئی دستک دے رہا ہے کروٹ بدل کر پھر سو گئے لیکن جب دستک نے شدت اختیار کی اور باہر کے دروازے کے علاوہ گھر کے دوسرے دروازے بھی بجتے معلوم ہوئے تو ہم گڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے بتی جو جلائی تو معلوم ہوا پانچ بج رہے ہیں۔ لحاف سے نکل کر مفلر وغیرہ لپیٹے بغیر باہر نکلنا خطرے سے خالی نہ سمجھا اس لئے کمرے کے اندر ہی سے ہانک لگائی "آ رہے ہیں، بھیا آرہے ہیں" آواز سنتے ہی کنڈی کھٹکھٹانا بند ہو گیا اور بات چیت کی آوازیں سنائی دینے لگیں اس سے اندازہ ہوا کہ آنے والے مہمان ایک سے زیادہ ہیں۔

بیگم کی یہ ہدایت ہے کہ جب رات کو دروازے پر کوئی پکارے تو احتیاط کا تقاضا ہے کہ بے دھڑک فوراً دروازے نہ کھول دئے جائیں، بلکہ نام وغیرہ پوچھ کر اطمینان کر لینے کے بعد کھولے جائیں چنانچہ مفلر لپیٹے اور چادر اوڑھنے کے بعد جب ہم ڈیوڑھی میں گئے تو ہم نے دروازہ کھولنے کے بجائے پوچھا "بھیا تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو" جواب میں نام اور پتہ بتانے کے بجائے "خالو جان آداب عرض" کی جانی پہچانی آواز سنائی دی میں نے دروازے کھولتے ہوئے کہا جمیل تم اس وقت بارہ بنکی سے کیسے آگئے، وہ بولا خالو جان میں اکیلا نہیں ہوں اور لوگ بھی ہیں ہم لوگ ندوہ میں جمعہ کی نماز پڑھنے کی غرض سے آئے ہیں۔ میں نے کہا نماز تو ایک بجے ہوگی اس نے کہا مگر لوگ تو جانمازیں لیکر رات ہی کو وہاں پہنچ گئے ہیں ہمیں تو اسی کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ میں نے کہا یہ سلو بھی آئی ہیں اور ابھی میں نے جملہ پورا نہیں کیا تھا کہ آداب وتسلیم کی آوازیں گونج اُٹھیں اور میں دعائیں دیتا ہوا سب کو ساتھ لیکر اپنے کمرے میں نہیں بیگم کے کمرے میں داخل ہو گیا تاکہ وہ سویرے سویرے کسی دوسرے کا منہ دیکھنے کے بجائے مبارک مہمانوں کا منہ دیکھ کر برکت حاصل کریں۔

وہ جگ تو اسی وقت گئی تھیں جب جمیل نے دروازے پر دستک دی تھی لیکن اس خیال سے چپ سادھے پڑی رہیں کہ اگر کوئی دوسرا اُٹھ جائے تو وہ خواہ مخواہ ٹھنڈک میں لحاف چھوڑ کر کیوں جائیں۔ اس لئے وہ سب کچھ سن اور سمجھ چکی تھیں انہوں نے سلو کو دیکھ کر کہا ارے تم آگئیں وہ بولیں بھیا سوچا معلوم نہیں حج کرنا نصیب ہو کہ نہ ہو، ہم لوگوں کی قسمت سے جب کعبے شریف کے امام صاحب یہیں آگئے ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت کیوں نہ حاصل کرلی جائے۔ یہ سن کر بیگم بھی چونکیں اور انہوں نے سر اُٹھا کر میری طرف دیکھا لیکن میں،

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ اسلئے وہ حساب کم و بیش کے چکر میں اُٹھ کر باورچی خانہ پہونچ گئیں۔ ابھی ناشتہ لگایا بھی نہیں گیا تھا کہ دھڑ سے دروازہ کھلا اور السلام علیکم کے ساتھ حمید، مجید اور ان کے لڑکے منا اور للن جھولوں میں چادریں رکھے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ میں نے کہا تم لوگوں نے بڑی دیر کر دی۔ وہ بولے کنڈکٹر اور مسافروں میں جھگڑے کی وجہ سے بس ایک گھنٹہ لیٹ ہو گئی میں نے کہا اچھا منہ دھو ناشتہ تیار ہے وہ بولے منہ ہاتھ دھو کر چلے ہیں۔

ابھی ناشتہ ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ عرصہ کے بعد آنگن میں مسعود دادا کی آواز سنائی دی جو اپنے پوتے کے کاندھے پر ہاتھ رکھے چلے آرہے تھے میں نے لپک کر انہیں سلام کیا اور ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے آیا اور کہا جلدی سے گرم گرم چائے لاؤ۔

وہ بولے چائے ناشتہ سب کر چکا ہوں اب فوراً ندوہ تک جانے کا کوئی رکشا کر دو لیکن میں نے زبردستی ایک پیالی چائے پلا دی اور کہا آپ گھبرائیے نہیں آپ کے ساتھ جانے والے بہت سے لوگ ہیں۔ اسکے بعد یہ قافلہ مبارک سفر پر روانہ ہو گیا اور میں اپنے دوست کے انتظار میں بے چینی کے ٹہلنے لگا جن کے ساتھ مجھے ندوہ جانا تھا۔ (روزنامہ "قومی آواز")

اس عظیم ورثے کی حفاظت کرو جو تمہارے اسلاف چھوڑ گئے

(امام حرم کے وفد کے ایک رکن مسلم نوجوانوں کی عالمی تنظیم کے سکریٹری ڈاکٹر احمد توتونجی کی تقریر جو انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے جلسۂ عام میں کی تھی)

عزیزان گرامی! میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ اس وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں نووارد ہوں، اجنبی ہوں، اجنبی نہیں بلکہ دیرینہ آشنا، ہمارا ایک وفد آپ کی خدمت میں اس سے قبل حاضر ہوا ہے، ایک پیغام کے ساتھ اور اسی محبت و خلوص کے ساتھ جو ہم اسلام کی محبت کو لئے ہوئے آج پھر آپ کے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔

آج کا یہ وفد ایک معروف وفد ہے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء ایک نامی گرامی ادارہ ہے اسکی شہرت سارے عالم میں ہے اور کہتے ہوئے بلاشبہ پس و پیش نہ ہو گا کہ اس ادارہ کے سربراہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تالیفات و تصنیفات نے ایسا ذہنی انقلاب پیدا کیا ہے کہ اس سے سارا عالم متاثر ہے، اگر میں یہ کہوں تو واللہ مبالغہ نہ ہو گا کہ حضرت الاستاذ مولانا ابوالحسن علی ندوی کا میں ایک حقیر شاگرد ہوں ____ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے۔

میرے عزیز دوستو! اسلام کسی فرد کی، کسی جماعت کی جاگیر نہیں ہے، اسلام کے معنی خود سپردگی کے ہیں۔ اسلام نام ہے خدا کی رضا کے سامنے جھک جانے کا، لہٰذا ہم جو دعوت لے کر یہاں آئے ہیں اس کا کسی فرد سے تعلق نہیں ہے بلکہ عام انسانوں اور پوری بنی نوع انسانی سے ہے۔

عزیز دوستو! اسلام محبت کا دوسرا نام ہے خدا کے سامنے جھکنے کے بعد ساری برادریاں ایک ہو جاتی ہیں اور یہی اسلام کا رشتہ ہے، عبادت کا تصور اسلام میں کیا ہے ہر وہ عمل جو خالق کائنات اور خدا کو پیش کرنے کے لئے کیا جائے، وہ عبادت ہے اور یہی عبادت کا تصور ہے جو تمام دوسری تصورات سے مختلف ہے، ہمارا ہر وہ کام جو ہم کرتے ہیں وہ عبادت کا ایک حصہ ہے اور یہ عبادت کا اسلامی تصور ہے، جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس علاقہ کے مسلمانوں کی ایک بڑی ذمہ داری ہے اور وہ اس بڑی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے کمربستہ ہوں اور وہ ذمہ داری یہ ہے کہ دعوت اسلام کو ان سرحدوں سے آگے بڑھائیں جہاں یہ دعوت رکی ہوئی ہے، اور ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے علاقہ کے تمام لوگوں تک دعوت پہونچائیں اور اس ملک کی خدمت کریں اور ساتھ ہی ساتھ اتحاد اسلامی کا پیغام بن کر معاشرہ کو اس کا پیغام دیں۔

عزیز دوستو! قرآن نے کس قدر صحیح کہا تھا کہ تم بہترین امت ہو، نیکی کے پھیلانے والے ہو اس نے اس ضمن میں نہ عربوں کا ذکر کیا اور نہ ہندوستانیوں اور کسی دوسری قوم کا، بلکہ اس نے ان لوگوں کا ذکر کیا جو اللہ پر یقین رکھتے ہیں، کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر، اس لئے تمہاری ذمہ داری ہے کہ خیر کو پھیلاؤ اور اس کو آگے بڑھاؤ۔

اسلام تمہارا ورثہ ہے تم اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتے، تمہارا فرض ہے کہ تم اس کی خدمت کرو، تم یہاں رہو، عزم کے ساتھ، حوصلہ کے ساتھ، اور اقدام کے ساتھ رہو، یہ تمہارا ملک ہے، اسلام کی شاخیں یہاں پھیلی ہوئی ہیں، اسلام کی سوتیں اس زمین کی گہرائیوں تک پہنچی ہوئی ہیں، لہٰذا یہ تصور چھوڑ دو کہ تم کہیں اور جاؤ گے۔ یہ تمہارا ملک ہے اس کی خدمت تمہارا فرض ہے اور اسلام کی اشاعت تمہارا فریضہ ہے۔

عزیز دوستو! یہ تمہارے پیش رو بزرگ تھے جنھوں نے اسلام کے پیغام کو پھیلایا، جنھوں نے یہ نعمت تمہیں دی ہے تم اس کے امین ہو اور اس میں کسی قسم کی خیانت پر مواخذہ ہو گا، تمہارا فریضہ ہے کہ تم اس عظیم ورثہ کی حفاظت کرو جو تمہارے اسلاف نے چھوڑا ہے۔ میں ان کلمات کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

ملکیت و دیگر تفصیلات پندرہ روزہ "تعمیر حیات"، لکھنؤ فارم ۴

مقام اشاعت: پوسٹ بکس ۹۳ ندوہ لکھنؤ۔ وقفہ اشاعت: پندرہ روزہ۔ نام پرنٹر، پبلشر، مسئول: سید محمد حسنی۔ قومیت: ہندوستانی۔ پتہ: ۳۳، گوئن روڈ لکھنؤ۔ ملکیت: شعبۂ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔ میں سید محمد حسنی اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ تفصیلات مندرجہ بالا میرے علم و یقین میں صحیح ہیں۔

دستخط سید محمد حسنی
پبلشر تعمیر حیات

اسلام کسی کا اجارہ نہیں، اس پر آپ کا اتنا ہی حق ہے جتنا کسی عرب قوم کا

ہم یہاں اس لئے آئے تھے کہ اخوت انسانی، مساوات انسانی، عدل اجتماعی اور توحید کی نعمت سے دنیا کو

اور اس ملک کو آشنا کریں

(دارالعلوم ندوۃ العلماء میں امام حرم کی الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ اور ان کے معزز رفقاء کی آمد کے موقع پر نماز جمعہ سے پہلے دارالعلوم کے میدان میں ایک عظیم الشان جلسے سے امام حرم اور ان کے رفقاء نے خطاب فرمایا، آخر میں ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے درج ذیل تقریر فرمائی جسے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے شاکر علی رحمانی متعلم درجہ پنجم نے قلمبند کیا)

مہمان گرامی اور برادران عزیز! آپ حضرات نے وفد کے تینوں ارکان کی تقریریں سنیں آخر میں جو تقریر ہوئی اس میں خاص طور سے ایک نکتہ کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں، ڈاکٹر احمد توتونجی نے اس نکتہ پر خاص طور سے زور دیا کہ آپ اس ملک کو اپنا ملک سمجھیں اور جس طرح آدمی اپنے چمن کو سنوارتا ہے، اپنے گھر کو بناتا سجاتا ہے، اس کو اس سے دلچسپی ہوتی ہے اور اس کے اندر غیرت کا مادہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو بگاڑے نہیں اور کوئی تخریبی کارروائی نہ کرے اس طرح آپ کی دوہری ذمہ داری ہے، آپ کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ آپ اسلام کے داعی اور مبلغ ہیں اور اس ورثہ کے امین۔ ورثہ کا لفظ اگر کہنا صحیح ہو تو میں لیگیسی Heritage یا (Legacy) کا قائل نہیں ہوں کہ اسلام کو محض ایک ورثہ سمجھوں وہ ایک زندہ پیام ہے لیکن آپ کو اپنے اسلاف سے جو دولت یا امانت ملی ہے آپ اس کو سینے سے لگائیں اور آپ اس کو اپنی زندگی کا جزء اور شعار بنائیں، دوسری ذمہ داری یہ کہ آپ کو اس ملک کی خدمت سپرد کی گئی ہے آپ کو اس ملک سے محبت ہونی چاہئے، آپ کا طرز عمل سلبی Negative نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایجابی مثبت Positive ہونا چاہئے آپ اس ملک کے پہلے بھی معمار تھے اور اب بھی اس کی ذمہ داری آپ کے دوش پر ہے، یہ ملک بگڑنے نہ پائے، یہ ملک جلنے نہ پائے، یہ ملک تباہ نہ ہونے پائے، یہاں خودکشی کا کوئی عمل پنپنے نہ پائے۔ آپ ان دونوں ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی پوری کوشش کریں، ایک طرف آپ کی وفاداری اسلام کے ساتھ استوار اور محکم ہو، اور اس لحاظ سے آپ کسی عرب قوم یا کسی ایسے ملک جو صدیوں سے مشرف باسلام ہے یا اسلام کی دولت کا امین ہے یا اس نے اسلام کا جھنڈا بلند کر رکھا ہے، کسی ایسی قوم یا ملک سے آپ کی ذمہ داری کم نہیں۔ اسلام کسی کا اجارہ نہیں اسلام کسی کے گھر کی جاگیر یا جائداد نہیں اس پر آپ کا ایسا ہی حق ہے جیسا کہ عرب کی قوم کا، یہاں تک میں جرأت کر کے کہوں گا کہ ان حضرات کی موجودگی میں اور اچھا ہے کہ ان کی موجودگی میں کہوں اور ان کو شاہد بناؤں کہ ان کا اسلام پر جو حق ہے اور ان کا جو قرآن پر حق ہے وہ ساری محبت اور وہ سارے خلوص و احترام کے ساتھ جس کا آپ نے مظاہرہ کیا اور جس میں آپ اپنے دل و جان سے شریک تھے اس سب اعتراف کے ساتھ میں کہنے کی جرأت کرتا ہوں اور ان ہی کو گواہ بناتا ہوں اور ان سے بہتر مجھے کوئی گواہ مل ہی نہیں سکتا ہے اور آسانی کے ساتھ اب آئندہ ملنے بھی نہیں اور میں اس عظیم مجمع کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ ان کا اسلام پر جو حق ہے اور اسلام کا ان پر جو حق ہے اور ان کا قرآن پر جو حق ہے اور قرآن کا جو ان پر حق ہے اور اسلام کی ذمہ داریاں امام حرم پر، جو کئی پشتوں سے اسلام کی خدمت کرتے چلے آئے ہیں جن کی دعوت کے طفیل اور اس خلوص اور قربانیوں کے طفیل جو دعوت کے نام پر کی گئی ہے آج اتنی بڑی مملکت قائم ہوئی ہے ہم ہندوستانی مسلمانوں کا حق اس سے کسی طرح کم نہیں۔ میں اس عظیم مجمع کے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ یہ اسلام کے ہم سے زیادہ حقدار اور مالک نہیں ہیں اسلام ہمارا بھی ویسا ہی ہے جیسا ان کا ہے البتہ ہم ان کو استاد مانتے ہیں ہم ان کو اپنا محسن مانتے ہیں اور ہم نے آج اپنے عمل سے اسی بات کو ثابت کیا ہے دلوں کی زبان سے ضمیروں کی زبان سے، آنکھوں کے بہتے ہوئے آنسوؤں سے، ہم نے یہ ثابت کیا ہے اور دنیا کے صحیفوں میں یہ بات نقش ہو گئی ہے اور مدتوں لکھنؤ کی فضا اور یہ آسمان و زمین اس کو یاد رکھیں گے کہ مسلمانوں کا اپنے حرم محترم سے کیا تعلق ہے اس کو ہمارے شاعر نے کہا تھا کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

یہ ایک اسلامی حصار ہے یہ ایک انسانی حصار ہے یہ ایک محبت کا حصار ہے، ایک وفاداری کا حصار ہے یہ ایک صداقت کا حصار ہے یہ ایک قربانی کا حصار ہے یہ ایک فرض شناسی کا حصار ہے جو قطب شمالی سے لیکر قطب جنوبی تک سد سکندری کی طرح کھڑا ہوا ہے اور انسانیت کی خیر کے لئے اور انسانیت کے مفاد کے لئے، انسانیت کی بہبودی کے لئے اور انسانی سعادت کے لئے ضروری ہے کہ یہ حصار قائم رہے،

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس ملک کا ہم پر حق ہے، ہم اس ملک کے باغبان ہیں، ہم اس ملک کے چمن آرا ہیں، ہم اس ملک کے سجانے اور بنانے والے ہیں، ہم نے اپنی بہترین صلاحیتیں، خدا شاہد ہے اور اس کے آسمان و زمین شاہد ہیں اور اس ملک کا چپہ چپہ شاہد ہے۔

تاریخ بتا رہی ہے اور ہمارے آثار بتا رہے ہیں، آگرہ کا تاج محل دلی کی جامع مسجد بتا رہی ہے، قطب مینار کہہ رہا ہے کہ

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

ہم جس راستہ سے گذرے وہاں سے ابھی تک خوشبو آرہی ہے ہم یہاں اس لئے نہیں آئے تھے کہ اپنے دو بالشت کے پیٹ بھر لیں ہم یہاں اس لئے آئے تھے کہ یہاں اخوت انسانی کا پیغام پہونچائیں مساوات انسانی کا پیغام پہونچائیں، عقیدۂ توحید کی نعمت سے دنیا کو اور اس ملک کو آشنا کرائیں۔ ہمارے اسلاف نے یہ فرض ادا کیا ہے اور آج خدا کا شکر ہے جن کے ذریعہ یہ دولت یہاں تک پہونچی تھی ہم نے ان کو بلا کر گواہ بنایا ہے یہ دیکھیے مسجد کے منارے کس بات کی شہادت دیتے ہیں یہ بام و در کس بات کی شہادت ہیں، قال اللہ و قال الرسول کے نغمے یہاں بلند ہوتے ہیں، وہ کس بات کی شہادت دیتے ہیں ہم آپ کے نالائق شاگرد تو نہیں ثابت ہوئے۔؟

ہم مسلمان دین سے محبت رکھتے ہیں ہماری محبت کسی اسلامی ملک کے مسلمانوں سے کم نہیں۔ ہماری محبت اسلام کے ساتھ پاکستان کے مسلمانوں سے کم نہیں۔ ایران کے مسلمانوں سے کم نہیں۔ عراق کے مسلمانوں سے کم نہیں۔ میں کہتا ہوں اور مجھے اللہ نے یہ جرأت دی ہے۔ اور میں نے وہاں جا کر بھی کہا ہے۔ ڈنکے کی چوٹ پر کہا ہے کہ حجاز کے مسلمانوں سے بھی کم نہیں۔ ہم ان کو ایک طرف گواہ بناتے ہیں۔ اور ایک طرف آپ کو گواہ بناتے ہیں۔ اسلام کا رشتہ ابھی ہم لوگوں سے ٹوٹا نہیں ہے۔ حرم کا امام جس کی طرف ساری دنیا چل کر جاتی ہے وہ آپ کے پاس آیا ہے اور وہ آج آپ کے سامنے خطبہ دے گا اور نماز پڑھائے گا یہ دوہری گواہی ہے اس زمین نے ابھی دو سال پہلے تمام عالم کے وفود کے آنے کا منظر دیکھا ہے، جس کو یہ زمین بھول گئی ہو گی اور لکھنؤ کے شہری اس کو بھولے نہ ہوں گے دوبارہ چشم فلک یہ منظر دیکھ رہی ہے اور یہ سرزمین یہ منظر دیکھ رہی ہے کہ اب اس نے امام حرم کو اپنی محبت و خلوص کے زور سے

(باقی)

آپ یہ ثابت کریں کہ آپ اس ملک کیلئے باد بہاری، لعل شب اور چراغ راہ ہیں

"نوجوانوں کی طاقت کا اصل سرچشمہ ایمان ہے"

"ہدایت اور ثبات و استقامت کا تعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے رکھا ہے۔"

(امام حرم کے موقر وفد کے ایک رکن ڈاکٹر احمد توتونجی کے اعزاز میں جناب م نسیم صاحب نے اپنے مکان پر ایک عشائیہ دیا، اس میں شہر کے معززین اور طلبہ کی تنظیم اسٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ آف انڈیا کے صدر اور مقامی ارکان کی بڑی تعداد شریک تھی، اس موقع پر جناب احمد اللہ صدیقی نے طلبہ کی اس تنظیم کا تعارف کرایا، بعد ڈاکٹر احمد توتونجی نے حاضرین سے انگریزی میں خطاب فرمایا، آخر میں میزبان اور حاضرین کی درخواست پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے یہ تقریر فرمائی)

حضرات! یہ آپ جانتے ہیں صبح سے جلسے، استقبال اور اجتماعات ہو رہے ہیں، لیکن میں اس موقع کو غنیمت سمجھ رہا ہوں اور بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں، بغیر کسی طلب کے اور بغیر کسی زحمت کے مجھے ایسے مخاطب مل گئے، اور کیا اچھا موضوع ہے جو بڑا اہم بھی ہے اور نازک بھی ہے،

نوجوانوں کی تنظیم اور تحریک یہ ضروری چیز ہے، اور ہر ایک تحریک یا جماعت کا ایک منشور (MANIFESTO) ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے اگر مجھ سے پوچھا جائے (قرآن مجید میں ہر چیز ہے اور اس میں کچھ کمی نہیں ہے) کہ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ قرآن میں کوئی رہبر اصول یا منشور یا ہدایت نامہ نوجوانوں کے لئے بھی ہے؟ تو میں قرآن مجید کی اس آیت کو پیش کروں گا۔

قرآن مجید کی یہ آیت ان نوجوانوں کے متعلق ہے جن کو ایک آزمائش کا سامنا کرنا پڑا تھا، حق و باطل کی کشمکش کی داستان بہت دیرینہ ہے جیسا کہ اقبال نے کہا ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

چراغ مصطفوی اور شرار بولہبی کی کشمکش تو لافانی کشمکش ہے، اس کے کچھ ٹکڑے ہیں جو تاریخ میں پھیلے ہوئے ہیں اور انسانی تاریخ کا ایک حصہ، اور انسانی قسمت کی گویا لکیر ہیں۔

آیت ہے کہ انهم فتية آمنوا بربهم وزدناهم هدى، وربطنا على قلوبهم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموٰت والارض لن ندعوا من دونه الٰهًا لقد قلنا اذًا شططًا۔

اس کا ہر لفظ اگر آپ غور کریں گے تو نوجوانوں کی گویا تشخیص ہے، یہ آیت انگلی رکھ کر بتاتی ہے کہ معیاری اور مثالی نوجوان کون ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ انهم فتية وہ نوجوان تھے، اس نوجوانی کا تعلق صرف انکے سن و سال سے نہیں تھا بلکہ یہ لفظ بہت وسیع ہے، عمیق ہے، یعنی وہ صحیح معنوں میں جوان سال اور جوان ہمت تھے، فتیہ کے لفظ کے مفہوم کا ہمارے دوست ڈاکٹر احمد توتونجی صحیح لطف اور ذوق سے لے سکتے ہیں، اردو میری زبان ہے، اگر مجھ سے یہ کہا جائے کہ فتیہ کے لفظ کا اردو میں ترجمہ کرو تو میں اس کا اعتراف کروں گا کہ اس لفظ کے صحیح اور متعین مفہوم کو اس کے پورے زور و شکوہ کے ساتھ اُردو میں ادا نہیں کیا جا سکتا "فتوت" عربی میں ایک خاص اصطلاح ہے، اس پر کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، اس لفظ کے اندر بلند حوصلگی، شرافت، فروسیت، جوانمردی، بلند ہمتی، عالی نظری اور فراخ دلی، یہ سارے مفہوم شامل ہیں۔

تو پہلی بات یہ کہ وہ فتیہ تھے یعنی صحیح معنوں میں جوانمرد تھے، اگر اردو میں کوئی واحد لفظ ہو سکتا ہے تو ہم جوانمرد کہہ سکتے ہیں، دوسری خصوصیت یہ کہ انهم آمنوا بربهم یعنی انکی طاقت کا سرچشمہ، اللہ تعالیٰ پر ایمان تھا، یعنی بیس بیس سالہ ان نوجوانوں میں یہ جوانمردی کہاں سے آئی؟ اپنے رب پر ایمان لانے سے، عزت و ذلت، کامیابی اور ناکامی، عطا و محرومی سب اسی کے اختیار میں ہے، وہ کائنات کو چلا رہا ہے، لہ الخلق والامر، ان نوجوانوں کی طاقت کا یہ وہ راز ہے جو انہیں دنیا کی تمام جماعتوں میں ممتاز کرتا ہے، یعنی محض تنظیم نہیں، ان کی طاقت اور صلاحیت تنظیمی تجربوں اور تنظیمی سہولتوں اور صلاحیتوں پر قائم نہیں تھی، بلکہ وہ قائم تھی ایمان بالرب پر،

"زمانہ کی فتنہ سامانیوں کا مقابلہ محض تنظیم، ضابطہ اور ڈسپلن سے نہیں ہو سکتا،"

چنانچہ ایک دوسری آیت میں ایک بلیغ اشارہ ہے جس میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ جسمانی طور پر تم اور تمہارے حریف دونوں یکساں ہیں، جسمانی طور پر ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور تم کو بھی تکلیف پہونچتی ہے، اس لحاظ سے تم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں اس میں معجزانہ بات کہی گئی، فلا تهنوا في ابتغاء القوم، ان تكونوا تألمون فانهم يألمون كما تألمون۔

اپنے حریفوں کا تعاقب کرنے میں مقابلہ کرنے میں تھکو نہیں، ہمت نہ ہارو۔ اگر تمہیں تکلیف پہونچتی ہے تو ان کو بھی تکلیف پہونچتی ہے، لیکن اس کے بعد جو بات کہی گئی ہے وہ ہے آمنوا بربہم کی تفسیر، وترجون من الله ما لا يرجون وكان الله عليمًا حكيمًا، ایک بات جو تم کو حاصل ہے وہ ان کو حاصل نہیں، وہ یہ کہ تم اللہ سے اس چیز کی امید رکھتے ہو جس کی یہ امید نہیں رکھتے، اب آپ نفسیاتی طور پر دیکھئے کہ کتنا عظیم فرق ہو گیا، ایک آدمی کوشش کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اس کوشش کا بڑے سے بڑا صلہ یہ ہے کہ ہمارا اقتدار قائم ہو جائیگا ہمیں سلطنت مل جائے گی، ہمیں عوام کی بڑی تعداد پر حکم چلانے کا موقع مل جائے گا خوشحالی کے اسباب ہاتھ آجائیں گے، ان چیزوں میں بھی بڑا Charm ہے، بڑی کشش ہے لیکن اگر اسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس چیز کی حصول کے لئے وہ جد و جہد کر رہا ہے وہ خطرے میں پڑ گئی ہے تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں اور وہ مایوس ہو جاتا ہے کہ جس کے لئے میں کوشش کر رہا تھا وہی چیز مشکوک ہے تو پھر کیا فائدہ، لیکن،

ترجون من اللہ

ما لا یرجون میں طاقت کا وہ خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا کہ، تم کو اللہ سے ان انعامات کی امید ہے جو تمہارے حریفوں کو نہیں۔ لہذا تم کیوں تھکتے ہو؟ تمہارے اندر تو سو گنا طاقت ہونی چاہیئے۔

وہ اگر ایک گھنٹے میں تھک جاتے ہیں تو تمہیں تو ۲۴ گھنٹے میں نہیں تھکنا چاہیئے، اس لئے کہ تمہاری بیٹری BATTERY برابر چارج ہو رہی ہے برابر کمک مل رہی ہے۔

ان نوجوانوں کی طاقت کا پہلا سرچشمہ ایمان ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید اور اس پر ایسا یقین کہ وہ چیز ہمیں ضرور ملے گی، اس موقع پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا جو میں نے حال ہی میں ریاض کی ایک یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا، تقریر کا موضوع تھا " معاصر دنیا کا سب سے بڑا خلا کیسے پُر کیا جا سکتا ہے"۔

اس معاصر دنیا کے دو سب سے بڑے خلا ہیں، ایک تو یہ کہ ایمان نہیں، اندر یقین نہیں ہے خدا کے ساتھ زندہ تعلق نہیں،

دوسرے یہ کہ کوئی ایسی جماعت نہیں جو شر سے اور عالمگیر فساد سے پنجہ آزمائی کر سکے، فساد سے بچنے والے تو ہیں لیکن فساد اور بگاڑ کے چیلنج کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔

انسانیت کے لئے یہ بہت بڑا خطرہ ہے، اسی قسم کا خطرہ چھٹی صدی مسیحی میں پیش آیا تھا، جب چند نیک انسان اور بعض متقی اور پرہیزگار بھی موجود تھے لیکن ایسی کوئی جماعت نہیں تھی جو فساد سے پنجہ آزمائی کرکے اور فساد سے آنکھیں ملا سکے کہ ہم اسکے ساتھ رہ نہیں سکتے، یا ہم رہیں گے یا فساد رہے گا۔ وہ جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشکیل دی، ان کے عطا کردہ ایمان و یقین کا ایک واقعہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان کسے کہتے ہیں اور مومن کی نظر کہاں ہوتی ہے،

جبار ابن سلمیٰ ایک شخص تھا، اس سے جب پوچھا گیا کہ تمہارے اسلام لانے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرے اسلام لانے کی وجہ عجیب ہے وہ کوئی دعوت و تبلیغ نہیں ہے بلکہ ایک واقعہ ہے جس کا میں ہیرو تھا، میں نے ایک جنگ میں ایک مسلمان کو نیزہ مارا، وہ نیزہ لگا اور پار ہو گیا، وہ تڑپ کر گرے اور میں نے دیکھا کہ ان کا دم واپسیں ہے انہوں نے آخری سانس لیتے ہوئے یہ کہا کہ "فزت ورب الكعبة" (رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا)۔ یہ سُن کر میرے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ میں نے کہا، کیا میری آنکھوں نے دھوکہ دیا؟ میں نے نیزہ مارا، وہ تڑپ کر گرے، ان کا حصہ اس زندگی سے ختم ہو گیا۔ دنیا میں جتنی ناکامیاں ہو سکتی ہیں ان سب کا مجموعہ موت ہے، تمام خساروں اور نقصانات کا مجموعہ موت ہے، موت آ گئی، میرے سامنے انہوں نے دم توڑا، تو وہ کیا کامیابی ہے جس کا ذکر دم واپسیں کے وقت ان کے زبان پر آ گیا، یہ وقت جھوٹ، مبالغہ اور شاعری کا نہیں ہوتا، انہوں نے اس دنیا سے جاتے وقت کچھ دیکھا ضرور جس کو انہوں نے کہا کہیں کامیاب ہو گیا۔ مجھ کو ایک ٹوہ لگی میں نے لوگوں سے پوچھا کہ ان مسلمانوں کی نظروں میں کامیابی کیا ہوتی ہے؟ میں نے ایک شخص کو مارا، وہ گرا، تڑپا اور مر گیا وہ کہتا ہے کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

لوگوں نے کہا "تمہیں معلوم نہیں کہ مسلمان خدا کی خوشنودی کو سب سے بڑی کامیابی سمجھتے ہیں، اور خدا کی خوشنودی شہادت سے حاصل ہوتی ہے"۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ کوئی اور عالم ہے جو میری نظر سے مخفی ہے، اس عالم کو وہ مسلمان دیکھتا تھا اور میں نہیں دیکھ پاتا،

مجھ میں اس واقعہ کے بعد ایک خلش پیدا ہو گئی اور میں نے اسلام کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور میں مسلمان ہو گیا۔

دنیا صرف وہی نہیں جو میں دیکھتا ہوں، محسوسات کی دنیا، بلکہ اس سے ماوراء بھی کوئی عالم ہے۔

تو پہلی بات، اولین شرط آمنوا بربهم ہے، جن کا خدا کی ذات پر ایمان جم گیا تھا،

دوسری بات وزدناهم هدىً (ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی نسبت اپنے طرف کی، ان کی

کامیابی اور ترقی کا راز یہ نہیں کہ انھوں نے تنظیم کے جو دنیوی طریقے اور اصول ہوتے ہیں وہ سب کے سب اپنائے، آپس میں مثالی اتحاد پیدا کیا،

انہوں نے دوسری جماعتوں کے تجربوں سے فائدہ اٹھایا، انہوں نے سیاسی پارٹیوں کے منشور کا مطالعہ کیا، انہوں نے اقتصادی اور سماجی مسائل حل کئے، یہ کچھ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کی کہ " وزدناهم هدىً، ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کیا، ہم نے ان کی صحیح رہنمائی کی۔

معلوم ہوا کہ ہدایت کا اصل سرچشمہ، کامیابی کا اصل مرکز، وہ منبع وہی ہے یعنی خدا سے ایسا تعلق کہ وہ ہدایت کو وہاں سے کھینچے خدا کے ساتھ عقیدہ، عمل اور قلب کا تعلق، جذبات و احساسات کا تعلق۔ وہ صرف ضابطہ کا اور قانونی تعلق نہ ہو تنہا یہ اقرار کہ خدا ہے، اس نے دنیا کو پیدا کیا، ہم مانتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی قسم کا اندرونی تعلق نہ ہو، محبت کا جوش، قربانی کا جذبہ اور اس کی یاد میں مزہ آنا، اس کی خوشنودی کی ایسی فکر اور ایسی تڑپ کہ اس کے سامنے ہر مشکل آسان، ہر مصیبت ہیچ، یہ ہے وزدناهم هدىً، معلوم ہوا کہ ہماری تنظیموں کو اسکی سب سے زیادہ ضرورت ہے، اور میں اس وقت نوجوانوں کی اور طلبہ کی تنظیم کے متعلق عرض کر رہا ہوں کہ ہدایت کا فیضان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، اور یہ بات کیسے ہو گی؟ یہ اس وقت ہو گی جب ہماری نمازیں صحیح طور پر نمازیں ہوں، ہم خدا کا نام اس طرح لیں کہ اسکی مٹھاس محسوس ہو، اس کے نام میں مزہ آئے، اسکے ذکر کے بغیر ہمیں محسوس ہو کہ ہم فاقہ سے ہیں، ہماری روح پیاسی ہے، کرب میں مبتلا ہے، نمازیں ہماری جاندار ہوں، آخرت پر ایسا یقین ہو کہ گویا جنت و دوزخ سامنے کھڑے ہیں، ایسا نہیں کہ ہم صرف اسے ایک ضرورت "NECESSITY" سمجھیں، جیسے کانٹ یا ہیگل نے کہا ہے کہ میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس دنیا کے بعد آنے والی دنیا کو ثابت کروں یا اس کا انکار کروں، لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ ایک ETHICAL NECESSITY ہے، "ایک اخلاقی ضرورت"، "ہے ایسا ہونا چاہیے، اس لئے کہ اگر وہ نہیں ہے تو یہاں بد اخلاقیوں کو روکا نہیں جا سکتا" میں کہتا ہوں کہ یہ ETHICAL NECESSITY کی حد تک نہیں، بلکہ ہمارے اندر آخرت پر یقین و عقیدہ جوش و جذبات کی حد تک ہو، اللهم لا عيش الا عيش الآخرة۔

جس کو وہ صحابیؓ کہتے تھے کہ احد کے اس طرف مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے" وہ روح کا تعلق، وہ قلب کا تعلق، اس کے بغیر آپ کتنے ہی ضوابط بنائیے، کتنے ہی آپس میں معاہدے کیجئے اور دستخط لیجئے، اور افراد کو جوڑ کے تنظیم بنائیے گروہ بات پیدا نہ ہو گی، انهم فتية آمنوا بربهم وزدناهم هدى —

زدناهم پر غور کیجئے، یہ نہیں کہ انہوں نے اپنے مطالعہ سے ہدایت بڑھائی بلکہ وزدناهم هدى وربطنا على قلوبهم ہدایت اور ثبات و استقامت دونوں کا تعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی سے رکھا ہے، اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموٰت والارض، جب وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے خم ٹھونک کر کہا، لن ندعوا من دونه الٰهًا لقد قلنا اذًا شططًا،

ہم کو یہ کیا دعوت دی جا رہی ہے کہ ہم فلاں کی پرستش کریں، ہم حکومت کی، طاقت کی، دولت کی پرستش کریں، یہ سب جھوٹے خدا ہیں، یہ سب فریب ہے، ہمارا پروردگار ایک ہی الٰہ ہے، اگر ہم نے اس کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود مان لیا تو لقد قلنا اذًا شططًا۔

یہ بڑی بے جا اور نامناسب بات ہو گی، میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت پوری طرح حاوی ہے کہ ہم کیسے حقیقی طور پر ایک ایسی جماعت بنائیں جس میں روح بھی ہو اور جسم بھی ہو، جو اس دور میں اسلام کی خدمت انجام دے سکے،

دین کے طالب علم کی حیثیت سے اور ہمارے بھائی م۔ نسیم صاحب نے مجھ سے خواہش کی کہ میں کچھ عرض کروں تو بھائی جس پیالے میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے، آپ مجھے معاف کریں کہ میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ جب تک روح اور قلب میں وہ چیز پیدا نہ ہو، وہ حرارت، وہ حلاوت پیدا نہ ہو، خدا کے ساتھ سچا اور سیدھا تعلق پیدا نہ ہو، ہم اس دور کی آزمائشوں کا اور کسی دور کی بھی آزمائشوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، صحابہ کرامؓ نے زمانہ کے فتنوں اور دنیا کی افواج کا مقابلہ اسی طاقت سے کیا، تنظیم کے مقابلہ میں تنظیم، ضابطہ کے جواب میں ضابطہ، کوشش کے مقابلہ میں کوشش، یہ سب انهم يألمون كما تألمون ہے، لیکن وہ بات جو ہمارے ترازو کے پلڑے کو جھکا دے وہ یہ پاسنگ ہے" ترجون من الله ما لا يرجون"، ہم کچھ اور دیکھ رہے ہوں، ہمارے کان کچھ اور سُن رہے ہوں، ہمارے دل میں کچھ اور فیضان ہو رہا ہو، اس کے بعد ہم اس دور کی آزمائشوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں، محض ڈسپلن، محض ضابطہ، ضابطہ اخلاق بھی، یہ چیزیں کافی نہیں، ہمارا آپ کا جس دور سے واسطہ ہے وہ دور بڑی فتنہ سامانیوں کے ساتھ آیا ہے۔

مجھے اپنے عزیز بھائیوں سے اور نوجوانوں سے بڑی امیدیں ہیں، بڑی آس بندھتی ہے۔

عزیز نوجوانو! اقبال کے یہ اشعار جو میں نے عرب طلبہ کو سنائے تھے آپ کو بھی سنا کر اپنی بات ختم کرتا ہوں ؎

اے پیر حرم رسم و رہ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت
دے ان کو سبق خود شکنی خود نگری کا
تو ان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انہیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ انکی پریشان نظری کا

پرنٹر، پبلشر، مسئول سید محمد حسنی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دھلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات" ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔
اڈیٹر: اسحٰق جلیس ندوی

ایک اہم انٹرویو کی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

(تحریک پیام انسانیت کے تعارف اور دعوت کے سلسلے میں ۲۱ تا ۳۰ مارچ ۱۹۸۰ء کی مدت میں پنجاب اور ہریانہ کا دورہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے رفقاء کے ساتھ کیا، اس دورے میں ضلع انبالہ کے مختلف مقامات کے علاوہ مالیر کوٹلہ، سرہند اور چندی گڑھ بھی جانا ہوا، چندی گڑھ میں حلقۂ پیام انسانیت کی مقامی شاخ کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسۂ عام منعقد ہوا، جلسے کی صدارت چیف کمشنر شری چترویدی نے کی، اس جلسے کے ہزاروں شرکاء میں غالب تعداد ہندو اور سکھ بھائیوں کی تھی،

چندی گڑھ کے ایک روزہ قیام میں ایک مقامی انگریزی روزنامہ کے نمائندہ خصوصی شری چاولہ نے مولانا سے انٹرویو لیا، اس طویل انٹرویو کا وہ حصہ ٹیپ ریکارڈ سے قلمبند کرکے یہاں دیا جا رہا ہے، جس کی صحیح رپورٹنگ اس اخبار میں نہیں ہو سکی۔)

اس سوال کے جواب میں کہ کیا اسلامی شریعت ایسی بے لچک ہے کہ تبدیل شدہ حالات میں اس سے مطابقت نہیں ہو سکتی۔؟"

مولانا نے فرمایا: زندگی سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے قانون میں گنجائش پیدا کرنے اور اسے قابل عمل بنانے کی نہ صرف ہمارے یہاں گنجائش ہے بلکہ عالموں اور شریعت کے اسکالرز کو اس کی ہدایت ہے کہ وہ یہ کام برابر کرتے رہیں۔ وہ برابر Revise کرتے رہیں اور دیکھیں کہ اس وقت تمدن، تجارت، عام تعلقات اور سیاسی قوانین نے ایسے کون سے نئے حالات پیدا کر دئے ہیں جس میں اپنے پرسنل لا اور اسلامی Jurisprudence پر نظر ڈال کر اگر کہیں کوئی دقت پیدا ہوتی ہے، اور کوئی پرابلم پیدا ہوتا ہے تو اسے Solve کرنا ہے۔ ہمارے مدارس یہ کام کرتے ہیں وہاں یہ Function جاری ہے، آپ جس مدرسے میں بھی کوئی سوال بھیجیں جسے ہماری اصطلاح میں استفتاء کہا جاتا ہے، تو مفتی کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ کتابیں دیکھیں، قرآن مجید کا مطالعہ کریں، اسلامی قوانین و فقہ کی کتابیں دیکھ کر اس مسئلہ کا حل اور اس سوال کا جواب دیں۔ ہمارے یہاں فقہ کا ذخیرہ بہت وسیع ہے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے کسی مذہب میں فقہ کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں ہے۔

ہمارے یہاں جو اصول فقہ ہے۔ جسے Principles of Jurisprudence کہہ سکتے ہیں، یعنی کسی نئی بات میں رہنمائی حاصل کی جائے، کوئی Directive اور نئی رہنمائی کی جائے اس کے لئے ہمارے یہاں اصول فقہ ہے، یہ اصول اتنے باریک، گہرے اور ہمہ گیر ہیں کہ اس کا سب نے حتی کہ یوروپین مصنفین اور قانون دانوں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ نہایت وسیع اور اعلیٰ ذہانت پر مبنی ہیں۔ مسلمانوں نے اصول فقہ پر جس محنت، ذہانت اور وسعت سے کام کیا ہے اس کی مثال کسی اور قوم میں نہیں ملے گی۔

دوسری بات یہ کہ مسلمانوں نے چھٹی اور ساتویں صدی مسیحی سے بارہویں صدی تک دنیا کے بہت بڑے خطے پر حکمرانی کی ہے مسلمانوں کا اس دور میں امپائر دنیا میں سب سے بڑا تھا، اتنی بڑی سلطنت کے لئے قانون وضع کرنے کے کتنے غور و فکر، لچک اور وسعت کی ضرورت تھی اس کا آپ اندازہ کریں، اس بڑے امپائر میں مختلف قومیں، مختلف تہذیبیں، مختلف تمدنی حالات تھے، Irrigation کا نظام، ٹیکس وصول کرنے کا طریقہ کہیں کچھ تھا تو کہیں کچھ، پیداوار میں بھی یکسانیت نہیں تھی، افریقہ کے صحرا، مشرق وسطی کا سرسبز علاقہ، کہیں ریگستان Desert تو کہیں متمدن شہر یہ سب مسلم مملکت کا حصہ تھے، اس کی وجہ سے مسلم ماہرین قانون اور علمائے شریعت اس پر مجبور بھی تھے اور ان پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی تھی، انہوں نے قرآن و سنت کو سامنے رکھ کر بڑی دماغی صلاحیت کا اس سلسلہ میں بہترین ثبوت دیا، اسلامی دماغ اس معاملہ میں کبھی بھی معطل نہیں ہوا، یہ الزام بالکل غلط ہے، یہ تھوڑا سا عرصہ جو ابھی گذر رہا ہے جس میں ہم نئے سیاسی حالات میں گھرے ہوئے ہیں، اس کا ہمیں اعتراف ہے کہ جو ٹھوس کام ہونا چاہئے تھا وہ تقسیم ہند کے بعد نہیں ہوا، لیکن پھر بھی ہمارے ہندوستان میں ایسے علماء ہیں کہ جنہیں نہ صرف یہ کہ عرب علماء کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے بلکہ عرب علماء ان کے علم سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اس وقت بھی تین چار ایسے عالم ہیں کہ عرب دنیا میں جن کا لوہا مانا جاتا ہے، عرب علماء اور دانشوران سے خط و کتابت کرتے ہیں اور دینی، علمی حتیٰ کہ ادبی مسائل کے بارے میں بھی ان سے پوچھتے ہیں۔

میں خود آپ کے سامنے بیٹھا ہوں، میں وہاں کی مختلف کمیٹیوں اور تنظیموں کا ممبر ہوں، یہ محض سیاسی غرض سے نہیں، بلکہ خالص علمی، دینی قانونی بلکہ عربی زبان و لٹریچر کے موضوعات میں وہ ہم سے تبادلۂ خیالات کرتے ہیں، Arabic Literature میں بھی ہماری کتابیں نصاب میں داخل ہیں۔ عرب ممالک کی تعلیمی کانفرنسوں میں بھی ہمیں دعوت دی جاتی ہے اور ہندوستانی اسکالرز کی رائے کو وقعت دی جاتی ہے، میری ایک کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" جس کا انگریزی ترجمہ "اسلام اینڈ دی ورلڈ"، کے نام سے ہو چکا ہے، اس کتاب کے عربی میں گیارہ ایڈیشن نکل چکے ہیں، غیر قانونی ایڈیشن اس کے علاوہ ہیں، اس کتاب کا دنیا کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

یہ آپ نے اچھا سوال کیا کہ نئے حالات جو پیدا ہوتے ہیں، اس میں اسلامی شریعت کیا گنجائش دیتی ہے۔؟

ہمارے یہاں دین و شریعت کے علم میں Hereditary نہیں ہے، شریعت کے قانون میں حالات و زمانہ کے لحاظ سے جو تبدیلی ہوگی وہ قرآن اور سنت کے حدود میں رہتے ہوئے ہوگی، اور یہ کام بھی ایسے علماء کریں گے جو اس موضوع کے Expert ہیں، عام آدمی یا رائے عامہ اسے نہیں کرے گی، ویسے بھی یہ قانونی مسئلہ ہے، لہٰذا اسے اس کو قانون کے ماہروں اور علماء کے ذریعہ ہی حل ہونا چاہئے، یہ ایک فطری بات ہے۔

س: مسلم پرسنل لا میں Amend-ment کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ج۔ اسلامی شریعت کے جو بنیادی اصول ہیں وہ تو ہم بدل نہیں سکتے، لیکن وہ اتنی بڑی تعداد میں نہیں ہیں جتنا سمجھا جاتا ہے اور یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلامی شریعت میں قدم قدم پر رکاوٹ ہے، ایسی بات نہیں، جو اصول تبدیل نہیں ہو سکتے وہ چند ہیں اور ایسے فطری ہیں کہ ہر دور میں اور ہر زمانہ میں ان کی روشنی میں چلا جا سکتا ہے، آج تک ان اصولوں کے سلسلے میں ہمارا تجربہ یہ ہے کہ ان میں انسانی فطرت کے خلاف کوئی بات نہیں۔

س:۔ ان میں سے کوئی مثال کے طور پر..

ج:۔ مثلاً ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ عورت بھی ملکیت اور وراثت کا حق رکھتی ہے وہ پراپرٹی کی OWNER ہو سکتی ہے، مرد کے ذمہ اس کا نان نفقہ Mainte-nance ہے، شوہر کو اپنی بیوی کی زندگی کی ضروریات پورا کرنا ہوگا۔

عورت کی مرضی کے خلاف اس کا بیاہ نہیں کیا جائے گا، اس کی رضامندی ضروری ہے یہ گویا Fundamentals ہیں۔

اصل میں لوگوں کو وقت نہیں ملا اور ہماری بھی غلطی ہے کہ ہم نے ان اصولوں کو بہتر طور پر پیش نہیں کیا، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "اسلام نے اس قدر جکڑ دیا ہے کہ زندگی چاہے کتنی بھی بدل جائے وہ زندگی کا ساتھ نہیں دیتا"۔ یہ خیال بالکل غلط Baseless ہے، ہمارے قوانین میں اتنی گنجائش ہے کہ ترکی جس کے حدود یوروپ میں بھی ہیں، مصر جیسا Advance ملک اسی طرح شام، الجیریا سب ممالک میں یہ قوانین صدیوں سے چلتے آ رہے ہیں۔ لیکن یہ کام ایکسپرٹس کا ہے، فقہاء کا ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کو قائم رکھتے ہوئے جو نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں، جو نیا ڈیزائن پیدا ہو گیا ہے، جو نیا موڑ آ گیا ہے اس میں ہمیں کیا رہنمائی دینی چاہئے، یہ کام کبھی بند نہیں ہوا۔ مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ ایک شخص نے کسی عورت سے شادی کی اور پھر اسے چھوڑ کر یوروپ چلا گیا یا کسی اور ملک چلا گیا، نہ وہ خط بھیجتا ہے، نہ ازدواجی تعلقات رکھتا ہے نہ خرچ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے، اب ایسی صورت میں ہمارا جو خانگی اور عائلی ڈھانچہ بنا ہوا ہے اس میں کچھ دقتیں تھیں، اس سلسلے میں ہمارے علماء نے کتابیں لکھیں، آپ نے شاید مولانا اشرف علی تھانوی کا نام سنا ہوگا جو اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور ذہین

مکتوب قاہرہ

مسئلہ فلسطین پر مصری نقطۂ نظر

نور عظیم ندوی
مقیم قاہرہ

فلسطین کا مسئلہ شاید دنیا کے پیچیدہ ترین مسائل میں سے ہے اور اس پر غور کرتے وقت مختلف پہلوؤں میں سے کسی کو بھی نظر انداز کرنا مشکل ہے اس سے متعلق کچھ تو جذبات ہیں، کچھ مجبوریاں، کچھ سابق حکمرانوں کی غلطیاں، کچھ موجودہ قائدین کے ذاتی مصالح، کچھ عربوں کی اپنی کمزوریاں اور کچھ بین الاقوامی سیاست کی پرچھائیاں اور یہ سب بیک وقت اس مسئلہ پر اثر انداز ہو رہے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ کوئی متعین رائے قائم کرنا کچھ آسان نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسرائیل کا وجود ہی سرے سے ناجائز ہے اور جن فلسطینیوں کو گھروں سے اجاڑ کر خیموں کی زندگی پر مجبور کیا گیا وہ اپنے کو بھول نہیں سکتے، پھر اس علاقہ سے ہر مسلمان کو جو جذباتی تعلق ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، صدر سادات کا کہنا صد فی صد صحیح ہے کہ دنیا کا کوئی مسلمان بیت المقدس کو اسرائیل کے قبضہ میں دیکھنا پسند نہیں کرے گا، ایک طبقہ اور بھی ہے جو فلسطین سے عربوں کی پالیسی کی کسی بھی تبدیلی پر تڑپ کر دل مسوس کر رہ جاتا ہے اس کو اپنے جذبات کی گہرائی اور صدمے کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ یہ طبقہ ہے اخوان کے ان مجاہدین کا جنہوں نے صرف تائید ایزدی پر اعتماد کر کے اپنے خریدے ہوئے معمولی اسلحہ اور ابتدائی فوجی تربیت کے ساتھ یہود کی تربیت یافتہ اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس فوج سے جنگ کی اور تل ابیب تک پہونچ رہے تھے اور یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ رضاکار یہود کو سمندر میں پھینک دیں گے لیکن اس وقت کے عرب حکمرانوں کی غداری نے ان مجاہدین کے کئے دھرے پر پانی پھیر دیا۔ سابق صدر مصر کرنل ناصر بھی مصر کی سرکاری فوج کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھے لیکن وہ یہود سے لڑنے کے بجائے مصر میں انقلاب کے تانے بانے درست کر رہے تھے۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ ہماری توپوں کے دہانے اسرائیل کی طرف تھے لیکن ہمارا دماغ مصر کے اندرونی صورتحال میں منہمک تھا۔ بہر حال ان اخوانی مجاہدین میں سے بہت سے ابتک زندہ ہیں وہ جب قدس میں امن و سلام کے نغمے اور اس سے آگے "التعایش السلمی" کے سلوگن سنتے ہیں تو ان کا تڑپ کر رہ جانا فطری بات ہے۔

فلسطین کے مسئلہ کا بہترین حل وہی تھا، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے، جو ترکی نے قبرص میں کیا لیکن اس کے لئے اسی جرأت، اخلاص، قربانی اور فدائیت کی ضرورت ہے جس کا مظاہرہ اخوانی نوجوانوں نے ۱۹۴۸ء میں کیا۔ لیکن یہ Qualifications آئیں کہاں سے۔؟ پھر اگر آ بھی جائیں کہ اخلاص کے سوتے ہمیشہ کے لئے خشک نہیں ہوئے اور خدا نے اپنے بندوں سے ہمیشہ کے لئے نظر پھیر نہیں لی ہے۔ تو دنیا کی دوسری طاقتیں بھی ایک ٹھوس حقیقت ہیں کیا وہ اسے برداشت کر لیں گی یا کیا عرب اس قابل ہیں کہ بڑی طاقتوں کو نظر انداز کر دیں۔؟

پھر— ترکی اور مصر میں فرق بھی ہے۔ ترکی بذات خود یونان سے زیادہ طاقتور تھا اور مزید برآں آبنائے باسفورس کی اہمیت اور روس کی سرحدوں سے قریب امریکی میزائل اڈے اس کی ہمت بڑھانے میں معاون ثابت ہوئے، روس کو بھی اطمینان اور شاید مسرت رہی ہوگی کہ اس کے دشمن معاہدہ کے دو ملک آپس ہی میں ٹکرا گئے۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود ترکی اس "گستاخی" کی سزا سے نہیں بچ سکا۔ امریکی اسلحہ کی سپلائی بند ہو گئی، اور موجودہ سیاسی انتشار اور معاشی بدحالی کیا اس گستاخی کی سزا نہیں ہو سکتی؟ اسی طرح ایران کی طرف امریکی التفات کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ترکی اب "اپنا" نہیں رہا۔ ایک زمانہ میں ایوب خاں مرحوم نے آقا کے بجائے دوست کی تلاش شروع کی تھی اور آپ نے دیکھا کہ "دوستوں" نے ایوب خاں اور پاکستان کو کیا دیا؟ خود مشرق وسطی میں اخوانیوں کے اخلاص اور قربانیوں کا بدلہ یہ ملا کہ انہیں پیس کر رکھ دیا گیا ان کو شاہ فاروق نے تباہ کیا ہو یا ناصر نے ان ہاتھوں سے آپ خوب واقف ہیں جنھوں نے ڈوری ہلائی۔ ۱۹۷۳ء میں مصر نے جرأت کا مظاہرہ کیا اور اس کا ثمرہ ملا نہر سویز کی آبی رکاوٹ پار کر کے بارلیف لائن کو برباد کرنا صرف مشرق وسطی ہی نہیں دنیا کی جنگی تاریخ میں ایک عظیم کارنامہ ہے لیکن اس کے بعد کیا ہوا امریکہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ جنگ میں کود پڑا اور روس الگ بیٹھا رہا اور عرب— دشمن کی شرارت اور دوست کی بے وفائی کے درمیان پھنس کر رہ گئے۔ وہ تو پٹرول نے پوری دنیا میں آگ لگا دی ورنہ خدا ہی جانے کیا صورت ہوتی۔

ان حالات میں اگر صدر سادات وہی باتیں برملا کہہ رہے ہیں جو دوسرے حکمراں سرگوشیوں میں کہتے ہیں اور تیس سالوں سے سر پر لٹکتی تلوار کو کسی طرح ہٹانا چاہتے ہیں تو میرے خیال میں ان کو اتنا موقع ملنا چاہئے کہ اپنی سعی کر دیکھیں۔ قدس میں اسرائیلی پارلیمنٹ کے سامنے صدر سادات نے جو تقریر کی تھی اس کا مکمل متن میں نے اسی زمانہ میں استاذ مکرم مولانا محمد رابع صاحب کو بھیجی تھی آپ نے بھی دیکھی ہوگی۔ انہوں نے کوئی بھی ایسی بات نہیں کہی جو رباط کانفرنس میں عرب سربراہ منظور نہ کر چکے ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں وہ باتیں راز تھیں اور صدر سادات نے وہی باتیں برسر عام کہہ دیں— عرب سیاست کی ایک بڑی مصیبت یہ بھی رہی ہے کہ سربراہ اپنے عوام سے کچھ کہتے رہے ہیں اور حقیقت کچھ رہی ہے ۱۹۴۸ء میں عرب سربراہوں کی اکثریت نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا لیکن اپنے عوام کے سامنے آتشبار تقریریں کرتے رہے اور سادہ لوح اور مخلص عوام ان پر اعتماد کر کے فدائیوں کی ٹولیاں یہود سے لڑنے کے لئے بھیجیں جو حکمرانوں کی غداریوں کا شکار ہوئیں۔ ناصر صاحب اسرائیل کو بحر احمر میں پھینکنے کا دعویٰ کرتے رہے اور جزیرہ نمائے سینا، دریائے اردن کا مغربی کنارہ اور بیت المقدس گنوا بیٹھے اور اب صدر سادات کو وہی علاقہ واپس لینے کے لئے لوہے کے چنے چبانے پڑ رہے ہیں، اور ان کے مخالف موجودہ عرب سربراہ اپنے پیشروؤں سے زیادہ مختلف نہیں۔ پھر صدر سادات کی بات کی قدر کیوں نہ کی جائے کہ "میں ایک دیہاتی ہوں اور کسان ہوں، میری زبان پر وہی ہے جو دل میں ہے"۔

صدر سادات کے "مبادرۃ السلام" کی میرے خیال میں تین بنیادی اسباب ہو سکتے ہیں:۔

۱۔ جنگ کی تباہ کاریوں سے اجتناب۔ یہ تباہ کاریاں معاشی تو ہیں ہی اس سے زیادہ انسانی ہیں۔

۲۔ اپنوں سے مایوسی۔ جو لوگ اس وقت بڑھ چڑھ کے نعرے لگا رہے ہیں انکے پاس صرف نعرے ہی نعرے ہیں یہاں تک ۱۹۷۳ء کی جنگ کے زمانہ میں سوائے الجزائر کے کسی نے عملی حصہ نہیں لیا۔ حد ہے کہ شام کو مصری ذرائع نے اطلاع دی کہ گولان پہاڑیوں کے نیچے اسرائیل کے ۲۰۰ جنگی جہاز کھڑے ہیں آگے بڑھ کر بمباری کریں اور انہیں تباہ کر دیں لیکن شام نے اقدام نہیں کیا بالآخر انہیں جہازوں سے اسرائیل نے شام پر حملہ کیا اور دمشق تک خطرہ میں پڑ گیا۔ اور یہ تو آپ کو یاد ہوگا کہ گولان پر اسرائیل نے کس طرح قبضہ کیا تھا۔ جو عرب اس وقت خاموش ہیں اور مصر کی معاشی امداد کر رہے ہیں ان کے بارے میں ایک فلسطینی طالب علم کا تبصرہ سنئے "کہ یہ امراء ایک رات میں جتنا یورپ کے نائٹ کلبوں میں اڑا دیتے ہیں اتنا ہمیں سال بھر میں دیتے ہیں اور احسان الگ جتاتے ہیں"۔ لگے ہاتھوں سوریا اور عراق کے بارہ میں ایک کارٹون کا تذکرہ کرتا چلوں جو "اہرام" میں چھپا تھا۔ سوری بعث پارٹی کا نمائندہ عراقی کو کہتا ہے تو خائن ہے، عراقی بعث پارٹی کا نمائندہ جواب دیتا ہے تو سب سے بڑا خائن ہے اور دنیا کہتی ہے اچھا اچھا لڑو نہیں تم دونوں خائن ہو۔ اور یہ کارٹون حقیقت سے زیادہ دور نہیں۔

۳۔ بین الاقوامی حالات کی سازگاری، اور یہ سازگاری بھی مرحوم شاہ فیصل اور صدر سادات ہی کی رہین منت ہے۔ امریکہ اسرائیل کو مشرق اوسط کا نگراں سمجھتا رہا ہے اور اسرائیلی اسے سمجھاتے رہے لیکن ۱۹۷۳ء کی جنگ اور اس کے بعد پٹرول کی جنگ نے ثابت کر دیا کہ یہ نقطۂ نظر غلط ہے اور امریکا اسرائیل اور عربوں کو لڑا کر اپنے مفادات کی نگرانی نہیں کر سکتا اور اسی وقت سے پالیسی بدل گئی۔ فلسطین کا مسئلہ کسی نہ کسی طرح سلجھانے کی کوششیں نکسن ہی کے زمانہ سے شروع ہوئیں اور وہی اس کو کسی نہ کسی طرح سلجھا جاتے لیکن انھیں واٹر گیٹ نگل گیا وہی کوششیں ابتک جاری ہیں۔ اور امریکہ اور اس سے زیادہ مغربی یورپ قطعی نہیں چاہتے کہ اس علاقہ میں پھر جنگ ہو، اور حالات کی یہ تبدیلی اریٹریا اور القرن الافریقی (Horn of Africa) پتہ نہیں اس کو اردو میں کیا کہتے ہیں؟) میں بھی اثر انداز ہو رہی ہے اور حالات مسلمانوں کے حق میں ہیں۔ مسئلہ صرف ان حالات سے فائدہ اٹھانے کا ہے فلسطین کے حل کے سلسلہ میں جو رکاوٹیں پیش آ رہی ہیں وہ زیادہ اہم نہیں اگلے چند ماہ میں یہ اونٹ کسی نہ کسی کروٹ بیٹھ ہی جائے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ اسرائیل کو سمندر میں پھینکنے کی اجازت نہ امریکہ دے سکتا ہے نہ روس۔ نتیجۃً اسرائیل کا وجود تسلیم کرنا ہی پڑے گا، جسے تمام عرب سربراہ عملاً تسلیم کر چکے ہیں لیکن اعلان نہیں کر رہے ہیں۔ اس مسئلہ کا حل عربوں کے لئے مفید ہوگا یا نہیں اس کا جواب مستقبل اور عرب سربراہوں کے طرز عمل اور حالات سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت پر منحصر ہے۔

اس مسئلہ کے حل کا اصل مخالف روس ہے اور عربوں کا جو گروپ جبهة الرفض

(OBRTINATE FRONT) یاجبہۃ الصمود (REJECTION FRONT)
کے نام سے سامنے آیا ہے وہ روسی مدار میں ہی گردش کر رہا ہے اور یہ بات کسی سے چھپی نہیں کہ اس مسئلہ کے حل کے بعد روس کی یہاں کوئی گنجائش نہیں ہوگی اور اسی کے ساتھ اگر القرن الافریقی کا مسئلہ حل ہوگیا تو خلیج فارس سے لے کر بحر احمر تک روس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اور اس بنا پر صدر سادات یا صدر کارٹر کی کوششوں کی روسی مخالفت منطقی ہے۔ یہاں ہمارے آپ کے لئے سوال یہ ہے کہ اگر مسئلہ اسی طرح لٹکا رہا تو روس کا تو فائدہ ہے لیکن عربوں کو کیا ملے گا۔؟

اس مسئلہ کا ایک پہلو اور ہے لیکن اس پر میرے علم کے مطابق ابتک نہ موافقین نے لکھا ہے نہ مخالفین نے وہ ہے عربوں کے ساتھ تجارتی اور اقتصادی تعلقات پر اسرائیل کا اصرار۔ اس کی تہہ میں کیا راز ہے۔ اس پر کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے۔ میرے خیال میں یہاں یہود کی لالچی فطرت کام کر رہی ہے۔ یہ قوم پوری دنیا کی دولت سمیٹ کے رکھنا چاہتی ہے اور بس، یہ لوگ نہ ہٹلر کے دشمن ہیں نہ ریڈ کلف کے دوست، نہ روس سے مخالفت ہے نہ امریکہ سے محبت۔ "شعب اللہ المختار" کو ساری دنیا کی دولت چاہیئے۔ خلافت عثمانیہ کے انتہائی عروج کے زمانہ میں وہ ان کی سب سے بڑی پناہ گاہ تھی اس کو کھوکھلا کر دیا تو مغربی یورپ کو چرتے رہے پھر امریکہ کو اڈا بنایا اور اب اس کو چوس کے رکھ دیا ہے۔ اس وقت باخبر لوگوں کے مطابق امریکہ کا یہ حال ہے کہ سعودیہ پڑول کی قیمت ڈالر میں لینا بند کر دے تو امریکہ کی پوری معاشی عمارت مسمار کر بیٹھ جائے گی۔ اس وقت عرب ممالک معاشی اعتبار سے دنیا میں سب سے مضبوط ہیں اور یہود کی نظریں اس دولت پر لگی ہوئی ہیں منہ میں پانی آرہا ہے اور تجارتی اور اقتصادی تعلقات کی باتیں کیجا رہی ہیں بشترکہ ترقیاتی منصوبوں کے حسین خواب دکھائے جارہے ہیں۔ لیکن یہ اس علاقہ کے لئے کتنا بڑا معاشی خطرہ بن سکتا ہے۔ اس کے بارہ میں ابھی تک کچھ نہیں کہا جارہا ہے لیکن کیا عرب رہنما اسرائیل کے ساتھ تعلقات میں اس حد تک بڑھ جائیں گے۔؟ ابھی کم از کم ڈیڑھ دو ماہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اتنا سب لکھنے کے بعد میں پھر اسی نقطۂ نظر پر لوٹنے پر مجبور ہوں جہاں سے شروع کیا تھا کہ فلسطین کا مسئلہ اتنا پیچیدہ اور پہلو دار ہے کہ کسی واضح اور متعین نتیجہ تک پہونچنا آسان نہیں اور ہم مجبور ہیں کہ انتظار کریں اور دیکھیں کہ پردہ غیب کیا نکلتا ہے۔!!

اعتراف حق

مجھے خوشی ہے کہ میں آج دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عربی ماہنامہ "البعث الاسلامی" کی ان بیش بہا خدمات کا اعتراف اور برملا اظہار کروں جو وہ عالم اسلام کی سطح پر انجام دے رہا ہے، یہ رسالہ حقیقت میں جیسا کہ اس کی پیشانی اور سرورق پر آپ کو نظر آئے گا، اسلام کے ہراول دستہ اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کے پیشرو اور راہ نما کی حیثیت رکھتا ہے میں اس لئے اس بینظیر اور حق گو اور بیباک رسالہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں، اس رسالہ کا امتیاز یہ ہے کہ جو راستہ اس نے روز اول سے اپنایا تھا یا اس کے ذمہ داروں اور بانیوں نے اس کے لئے تجویز کیا تھا اس نے اس سے سرمو انحراف نہیں کیا، یہ راستہ وہ ہے جو داعئی اسلام سماحۃ الشیخ ابوالحسن علی الندوی نے اس کے لئے تجویز کیا تھا، ان کے وہ جامع و مانع اور پُرمغز الفاظ آج اس رسالہ کے پہلے صفحہ کی زینت ہیں اور ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، اس کے آخر میں شیخ نے یہ فرمایا تھا کہ اسلام نہ کوئی جامد اور خشک چیز ہے جو روح سے خالی ہو، نہ ایسی سیال شے جو ہر طرف بہہ جائے نہ وہ ترک دنیا ہے، نہ دنیا کی غلامی اور پرستش، یہ دل اور دماغ، ایمان اور عمل اور جذبہ اور اخلاص کا دین ہے،

آج اس فتنہ کے دور میں جب کوئی چیز اپنی اصل حقیقت اور اصل مرکز پر نظر نہیں آرہی ہے، اسلام کے چشمۂ صافی اور آب حیات کی طرف لوٹنے اور پوری انسانیت کی تشنگی دور کرنے کی دعوت اس رسالہ کا شعار اور اصول ہے، شیخ کے، اور اس رسالہ "البعث الاسلامی" اور "الرائد" کے مدیروں کے حق پرست و حق شعار مقالات اس حقیقت کے گواہ ہیں۔

اور بلاشبہ آج ہمیں اسی اسلام کی ضرورت ہے، جو جذبات پر حاکم ہو، جذبات سے مغلوب نہ ہو، اس میں کسی قسم کی غلط آمیزش نہ ہو، پاک صاف اور نکھرا ہوا ہو — میں دوبارہ البعث و الرائد کے ذمہ داروں اور ایڈیٹران کے اپنے خلوص اور احسان شناسی کے جذبات کا اظہار کرتا ہوں، جو حق کی خاطر ہر طرح کی قربانیاں دے رہے ہیں اور زیادہ سے زیادہ جاذب نظر اور پسندیدہ شکل اور ترتیب کے ساتھ ان رسالوں کو قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں، خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ رسالے نہایت پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوتے ہیں اور لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کے حضور میری مخلصانہ دعا ہے کہ وہ اس رسالہ البعث کی خصوصی مدد فرمائے، یہ ابدالآباد تک یہ قیمتی خدمات انجام دیتا رہے، اور مسلمانوں کی رہنمائی اور داعیانِ حق کی رہبری اور مخلص و دردمند مسلمانوں کی مدد و ہمت افزائی کرتا رہے۔

اللہ تعالےٰ ہمارے ان مخلص بھائیوں کی جن کو فضیلۃ العلامہ الشیخ ابوالحسن علی الندوی کی سرپرستی و رہنمائی کا فخر حاصل ہے ہمیشہ مدد فرمائے۔ ان کو ہر طرح کی توفیقات سے نوازے اور مصلحین اور داعیانِ دین کا بہترین صلہ جو ہو سکتا ہے وہ ان کو عطا فرمائے۔

عبداللہ خیاط (امام حرم)

خطیب مسجد حرام و عضو ہیئۃ کبار العلماء

مملکت سعودی عربیہ

اکیس برسوں سے شائع ہونیوالا مسلم خواتین کا ترجمان

ماہنامہ "رضوان" لکھنؤ

مدیر: محمد ثانی حسنی

رضوان، مسلم خواتین کا دینی مشیر اور اخلاقی ترجمان ہے،
رضوان، میں مستند اور بامقصد مضامین شائع ہوتے ہیں،
رضوان، اخلاقی مضامین اور نظموں کا اچھا مجموعہ ہے،
رضوان، ہند و بیرون ہند کے اچھے اچھے گھرانوں میں جاتا ہے،
رضوان، کے مضامین خود پڑھیے اور دوسروں کو پڑھائیے،
— آسان زبان، سُلجھا ہوا انداز، عام فہم باتیں،
قیمت فی پرچہ ایک روپیہ — چندہ سالانہ: دس روپے

ماہنامہ "رضوان" گوئن روڈ، لکھنؤ ۱

منی آرڈر کوپن پر پتہ صاف اور خوشخط لکھیں نیز خریداری حوالہ نمبر ضرور تحریر کریں۔

(منیجر)

ندوۃ العلماء — منزل بہ منزل

ندوۃ العلماء کا تیسرا اجلاس — منعقدہ اپریل ۱۸۹۶ء

کارواں بنتا گیا: تحریک ندوۃ العلماء جس کا روز اول ہی سے اہل علم اور صاحب دل بزرگوں نے استقبال کیا تھا، اس کا پہلا اجلاس کانپور جیسے مشہور شہر اور صنعتی مرکز میں ہوا تو ملک کے گوشے گوشے سے علماء اور عوام نے اپنے تمام اختلافات کو بھول کر اس تحریک کی ہمنوائی اور پذیرائی کی۔ ندوۃ العلماء کے اجلاس اول میں شرکت کرنے والوں نے اس اجلاس میں دیوبندی اور بریلوی حنفی اور اہلحدیث، علماء اور جدید تعلیمیافتہ طبقے کو اس طرح باہم گلے ملتے اور شیر و شکر ہوتے دیکھا کہ جیسے مدتوں کے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں، ندوۃ العلماء کی دعوت اتحاد کی برکت اور اس کے شاندار مستقبل کی ایک جھلک کانپور میں لوگوں نے دیکھی۔

ندوۃ العلماء کا دوسرا اجلاس لکھنؤ میں نوابین اودھ کے شان و شوکت کی یادگار "بارہ دری قیصر باغ" میں ہوا اور ایسے امتیاز و شان سے کہ جس میں حسن و سادگی کا امتزاج تھا۔

لکھنؤ کے اجلاس کے بعد مختلف علاقہ کے عوام و خواص کا اصرار رہا کہ آئندہ اجلاس ہمارے شہر میں منعقد ہو اور ہمیں ندوۃ العلماء کی خدمت و میزبانی کا شرف بخشا جائے۔ مجلس انتظامیہ نے ابتداءً کلکتہ میں اجلاس طے کیا مگر بعض مصلحتوں کی بناء پر یہ اجلاس روہیلکھنڈ کے مشہور شہر بریلی کی انجمن اسلامیہ کے صدر نشین مولوی سید اشفاق حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر، تحریک ندوہ کے پرجوش رکن حاجی شیخ قادر بخش صاحب اور مولانا خلیل الرحمن صاحب سہارنپوری کی دعوت پر باتفاق ارکین مجلس انتظامی بریلی میں منعقد ہوا۔

جو لوگ اس مرتبہ جلسہ کی شرکت سے بہرہ ور ہوئے اور انہوں نے گذشتہ جلسوں میں شرکت کی تھی، انہوں نے اندازہ لگایا کہ اس جلسہ میں بہ نسبت سال گذشتہ و پیوستہ کے دو چند لوگ تھے اور عام طور پر مسلمانوں کا جذبۂ تعاون پہلے سے بہت بڑھا ہوا تھا۔

نظم و انتظام: اجلاس کے نظم و انتظام کے لئے مختلف کمیٹیاں قائم کر دی گئی تھیں۔

جماعت استقبالی: اس جماعت کے کارکنوں کا کام یہ تھا کہ شب و روز ان خیموں میں رہیں جو مہمانوں کی آسائش کے لئے ریلوے اسٹیشن کے احاطے میں نصب کئے گئے تھے، جہاں نو وارد مہمانوں کے آرام کے لئے پانی، صراحیاں، آبخورے، لوٹے، جانماز، فرش، پلنگ، کرسیاں وغیرہ سامان ضرورت، سواری کے لئے گاڑیاں، بار برداری کے لئے قلی موجود رہتے تھے اور جب ریل کے آنے کا وقت ہوتا تھا اس وقت مہمانوں کے لینے کے لئے پلیٹ فارم پر جاتے تھے، دن کو پرتلے حمائل کرتے تھے جن پر نہایت خوشخط ریشم کے کارچوب سے "خادم ندوۃ العلماء" کا لفظ لکھا گیا تھا اور رات کو لالٹین ان کے ہاتھوں میں ہوتی تھیں جن کے آئینوں پر "ندوۃ العلماء" کا لفظ لکھا ہوا تھا، یہ لوگ مہمانوں کو بآرام تمام خیمے میں لاتے تھے اور وہاں سے گاڑیوں پر سوار کر کے قیام گاہ تک پہونچا دیتے تھے۔

جماعت مدارات: اس کی دو شاخیں تھیں، اول جماعت کا کام یہ تھا کہ ان مکانوں کو فرش، پلنگ، پانی وغیرہ ضرورت کی چیزوں سے آراستہ رکھیں اور جس وقت مہمان اسٹیشن سے آئیں ان کو لے جا کر مکانوں میں ٹھہرائیں۔ دوسری جماعت کا کام یہ تھا کہ شب و روز میں کئی مرتبہ ہر شخص کے قیام گاہ پر جا کر حال دریافت کریں اور پان تمباکو وغیرہ ضروریات پہونچائیں یا جس چیز کی ضرورت ہو اس کو مہیا کریں۔

جماعت پخت و طعام: اس جماعت کا کام یہ تھا کہ وقت پر کھانا تیار کر کے اس جماعت کے سپرد کر دے جو خورانید طعام کے لئے مقرر ہوئی تھی خرید اجناس و ظروف وغیرہ بھی اسی جماعت کی ذمہ داری میں کر دی گئی تھی۔

جماعت خورانید طعام: اس جماعت کا یہ کام تھا کہ سب مہمانوں کو اجتماعی طور پر ایک جگہ کھانا کھلائے اور جو صاحب کسی وجہ سے نہ آسکیں ان کی قیام گاہ پر انکا کھانا پہونچائے۔

اہم شرکاء اجلاس: ۲۶، ۲۷، ۲۸ر شوال ۱۳۱۳ھ کے اس سہ روزہ اجلاس میں ان اہم حضرات نے شرکت فرمائی۔

مولانا لطف اللہ صاحب مفتی عدالت عالیہ حیدرآباد، مولانا عبدالحق صاحب دہلوی، مولانا عبدالوہاب صاحب بہاری، مولانا محمد حبیب الرحمن خانصاحب شروانی، مولانا ابوالقاسم فضل رب صاحب، مولوی غلام محمد صاحب فاضل ہوشیار پوری، مولانا شفقت اللہ صاحب بدایونی، شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی، مولانا حافظ عزیز الدین صاحب دہلوی، مولانا شاہ محمد سلیمان صاحب پھلواروی، مولانا عبداللہ صاحب انصاری، مولانا سید محمد شاہ صاحب رامپوری، مولانا خواجہ محمد یوسف صاحب وکیل علی گڑھ۔

یہ تھے وہ حضرات جنھوں نے اس جلسہ میں دور دراز سفر کی زحمت گوارا کر کے شرکت کی تھی۔ مذکورہ بالا تمام لوگوں نے بالاتفاق کرسی صدارت پہ جلوہ افروز ہونے کے لئے استاذ العلماء مولانا لطف اللہ کا نام نامی پیش کیا۔

قیام دارالعلوم کی تجویز: ندوہ کے ہر اجلاس میں تجاویز پیش ہوتی ہیں، گذشتہ سال بھی بہت سی تجاویز منظور ہوئیں اور اس سال ان تجاویز میں چند کا اضافہ کیا گیا۔ خلاصہ درج کیا جارہا ہے

۱۔ پہلی مجلس ۱۲ر محرم الحرام کو ہوئی جس میں مسودہ دارالعلوم پیش کیا گیا اور اس کی نسبت یہ تجویز ہوئی کہ چھپوا کر شائع کیا جائے تاکہ علماء اور اہل رائے کو رائے دینے کا عمدہ طور پر موقع حاصل ہو۔

۲۔ ۴ر جمادی الاول ۱۳۱۳ھ سے پہلے نصاب چھپوا کر شائع کیا جائے اور ایک مدت کے بعد اس پر غور کرنے کی غرض سے ایک خاص جلسہ علماء کا منعقد ہو۔ چند حضرات کو اجازت دیجائے کہ وہ ندوہ کی طرف سے روساء و مہتممین انجمن و مدارس کے نام خط و کتابت کریں۔

۳۔ تیسری مجلس انتظامی ۱۷ر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو لکھنؤ میں منعقد ہوئی اس میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ ایک سپاسنامہ نواب مدار المہام سرکار عالی حیدرآباد دکن کی خدمت میں بابت اس عطیہ کے بھیجا جائے جو انہوں نے سو روپے ماہوار ندوہ کے نام ہمیشہ کے لئے مقرر کر دئے ہیں اور ایک نواب وقار نواز جنگ بہادر کے نام ان کے حسن سعی کے شکریے میں بھیجا جائے۔

۴۔ چوتھی مجلس انتظامیہ ۸ر رجب ۱۳۱۳ھ کو منعقد ہوئی اس میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ ندوے کی مہانداری سلف صالح کی طرح سادگی اور بے تکلفانہ طریقہ سے ہوا کرے کیونکہ یہ امراء کی مجلس نہیں بلکہ فقراء اور علماء کی ہے۔

اراکین انتظامیہ کے انتخاب کا طریقہ چونکہ اب تک غیر مرتب تھا اس لئے اس کی نسبت بالاتفاق یہ تجویز منظور ہوئی کہ تعداد مقصود سے کسی قدر زیادہ امیدواروں کے نامزد کرنے کا اختیار مجلس انتظامیہ اور ناظم ندوۃ العلماء کو دیا جائے۔

انتظام خزانہ کے واسطے ایک مجلس قائم کی جائے جس کے ممبر کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ پانچ ہوں۔

۵۔ مختلف مقامات میں جو بزرگوار ذی وجاہت و با اثر ہوں اور ان کو بھی ندوے سے ہر طور دلچسپی ہو، اگر وہ ندوہ کے مقاصد و اغراض کی اشاعت و اجراء کی ذمہ داری کو گوارا فرمائیں تو ان کو "معین الندوہ" کا خطاب دیا جائے۔

۶۔ ندوے کے مقاصد و اغراض کی اشاعت اور مسلمانوں کے دینی و دنیوی تنزل کے اسباب کی تفتیش و مدارس و انجمنہائے ماتحت کی نگرانی کی غرض سے علماء کرام کی ایک جماعت وفد الندوہ کے نام سے مختلف بلاد ہند کے دورے کے واسطے روانہ کی جائے۔

۷۔ جو مصارف بیجا رسوم و تقریبات شادی و غمی میں علی العموم رائج ہیں اٹھا دئے جائیں اور باہم معاہدہ ہو جائے کہ کوئی شخص ایسی تقریبات میں شریک نہ ہو جس میں عہد نامہ کے خلاف عمل ہو۔

(باقی)

مطالعہ کی میز پر

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں

شمس تبریز خاں

جام شعور (مجموعۂ کلام) از سید اطہر حسین صاحب، صفحات: ۲۵۶، قیمت: ۱۶ روپے (کاغذ کتابت وطباعت معیاری) پتہ: نامی پریس لکھنؤ

سید اطہر حسین صاحب معزز سرکاری عہدہ دار فائز ہونے کے ساتھ صاحب علم اور صاحب ذوق بھی واقع ہوئے ہیں، شہر کی ادبی سرگرمیوں اور ملی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں، زیر نظر مجموعۂ کلام غزلوں پر مشتمل ہے اخیر میں دو انگریزی نظموں کے ترجمے بھی شامل ہیں۔۔۔ اطہر صاحب کا کلام بھی طاہر و مطہر، شستہ و پاکیزہ، تعمیری اور صحت مند افکار و جذبات کا آئینہ دار ہے، اور ایک نکھرے اور ستھرے ذوق و ذہن کی غمازی کرتا ہے۔۔۔ غزلیں، سلاست وحلاوت، جذبات کی گھلاوٹ، احساس و وجدان کی نزاکت و نفاست اور لب و لہجہ کے ٹھہراؤ اور اعتدال کے سبب حسن تغزل کے بیشتر لوازم سے آراستہ ہیں، عشق حقیقی کے جلووں کے ساتھ مجازی پیکر تراشی بھی حد اعتدال کے اندر ہے اور اس طرح تصوف و عرفان کی جھلکیاں قاری کے ذوق و ذہن کو ارتفاع بخشتی ہیں، شاعر کا غم حقیقی ہے اس لئے اس کی تاثیر بھی اسی قدر ہے۔ اور اگر کلام کو اس پس منظر میں دیکھا جائے تو اس کی شدت اور بڑھ جاتی ہے البتہ نظموں کی کمی محسوس ہوتی ہے اور ایسے شاعر سے جو مغربی لٹریچر سے بھی آگاہ ہے ہم توقع رکھتے ہیں کہ ساز مغرب کی صدائیں بھی سننے کو ملیں جس کا نمونہ اس مجموعہ کی وہ نظمیں ہیں جو اس کے اخیر میں درج ہیں۔

یہ مہر و مہ انجم یہ برگ و شجر کیا ہے — جلوے تو ہیں سب لیکن مقصود نظر کیا ہے
پائے دل افسردہ جس سے نہ سکوں اطہر — وہ خندۂ گل کیا ہے، پیغام سحر کیا ہے

نہ خرد میں ہے کوئی ولولہ نہ جنوں میں ہے کوئی حوصلہ
یہ عجیب دور ہے زیست کا کوئی کیف ہے نہ سرور ہے
یہ کلام اطہر غم نوا، ہے شکستہ ساز کی اک صدا
یہ ہے اس حیات کا ماجرا جو سکون قلب سے دور ہے

سب ہیں دل شکستہ کی قیمت سے بے خبر
جو لٹ گیا ہو نشیمن تو اس کی فکر ہی کیا
خجل ہوں آپ ہی خود اپنی کم نگاہی پر
ہو جو تنہائی تو درد اور ابھر آتا ہے
آتی ہے صدا کیسی یہ ویرانۂ دل میں
کہاں بہتا چلا جاتا ہے تو سیل حوادث میں
آئینۂ حیرت میں جمال ایک تھا اس کا

اطہر تو قدر کر، یہ ہے سرمایۂ حیات
کہ رات اپنی کہاں اور دن کہاں گزرے
کسی کو کیوں مری نسبت کوئی گماں گزرے
جا بہ محفل میں تو ہر چوٹ نئی ہوتی ہے
شاید مجھے اس بھولنے والے نے کیا یاد
پہنچنا ہے جو ساحل پر، بناطر زجدا گانہ
سب نے اسے دیکھا مگر اپنی ہی نظر سے

ولیم شکسپیر اور ایڈورڈ تھامس کی نظموں کے آزاد ترجمے اور منقبت کے اشعار بھی خوب ہیں، ہمیں اس کی مسرت ہے کہ سید صدیق حسن مرحوم اور حبیب احمد صدیقی کے انداز سخن اور حسن تغزل کو اطہر صاحب ایسا جانشین مل گیا ہے۔

تشکیل جدید: از پروفیسر عبد المغنی، صفحات: ۴۳۳، قیمت: بیس روپے
پتہ: کتاب منزل، سبزی باغ، پٹنہ ۴

پروفیسر عبد المغنی صاحب، بہار کے مشہور اہل قلم اور نقاد ہیں اس سے پہلے آپ کے قلم سے دو اور تنقیدی مجموعے "نقطۂ نظر" اور "جادۂ اعتدال" کے نام سے منظر عام پر آ چکے اور اپنے صحت مند و تعمیری نقطۂ نظر اور اعتدال و توازن کی بدولت اردو تنقید میں ایک اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ کتاب ان کے تنقیدی مضامین کا تیسرا مجموعہ ہے جس کے بعض عناوین یہ ہیں:۔

عالمی ادب میں اقبال کا مقام، اقبال اور اسلامی فکر کی تشکیل جدید، جوش کی شاعری کی اہمیت، آل احمد سرور کی تنقید نگاری، احتشام حسین اور عملی تنقید، اردو شاعری میں انیس کا مقام، پھر اخیر میں ایک مستقل کتاب ہے جس میں ادب کی پہچان، فکر و فن، جدت و قدامت، ادب وشاعری کی تشکیل جدید کے اسباب و عوامل اور ان کے بنیادی عناصر پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے اور بہت سے خیال افروز و افکار پیش کئے گئے ہیں، آئنسٹین کے نظریۂ اضافیت سے شعر و ادب میں کام لینے کی تجویز بھی بہت اہم ہے جس کو عملی شکل دینے کے بعد مادی اقدار کا طلسم ٹوٹتا اور وحدت الٰہیہ، وحدت کائنات اور وحدت انسانیت پر ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اور انسان جدت و قدامت کی فرضی حد بندیوں سے نکل کر بالغ و تعمیری نقطۂ نظر اور صحت مند و توانا ذوق کے تحت حقیقی ادب سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

ادب و زندگی کی تشکیل جدید کے لئے عبد المغنی صاحب نے اقبال کے افکار و اقدار پر از سر نو عمل پیرا ہونے کی دعوت دی ہے جو بڑی حد تک صحیح ہے مگر ان افکار و اقدار کو از سر نو جانچنے اور پرکھنے کی ضرورت بہر حال باقی ہے، ۴۰ سال میں حالات کے بہت سے رخ بدل گئے ہیں، اور ادب و زندگی میں بہت سے مسائل اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا اور جن کے چیلنج کا مؤثر و قابل قبول جواب دینا ہے، اسی کے ساتھ جدید شعراء کے رجحان و رویہ اور ان کی مشکلات و مسائل کو مزید ہمدردی اور توجہ سے سمجھنے اور انہیں سمجھانے کی ضرورت ہے نیز جدید شعراء میں چند نام اور ان کے کام ہماری توجہ اور دلچسپی کا باعث بن چکے ہیں، اس لئے ان کی جدت کی داد دینا بھی ضروری ہے۔

کتاب کے شروع میں مصنف نے "میرا تنقیدی موقف" لکھ کر جرأت مندانہ طریقے پر ایک صحت مند، صالح اور تعمیری تنقید کی ترجمانی کی ہے، جسے بجا طور پر انہوں نے "اخلاقی تنقید" کا نام دیا ہے۔۔۔۔ "ادبی تشکیل جدید کے لئے لائق مصنف نے جو خیال انگیز اور تعمیری خطوط پیش کئے ہیں وہ اردو دنیا کی پوری توجہ کے مستحق ہیں اور بقول مصنف "سنجیدگی سے لکھی جانے والی چیز کو سنجیدگی سے پڑھنا بھی چاہئے"۔

اس کتاب سے اردو تنقید میں ایک اچھا اضافہ ہوا ہے جس کے لئے ہم مصنف کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں، کتاب حسن کتابت وطباعت سے مزین اور سفید کاغذ پر دلکش سرورق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

اقبال احمد اعظمی

اسلام میں حلال وحرام: ترجمہ شمس پیرزادہ صاحب، سائز متوسط، کتابت وطباعت عمدہ، صفحات ۴۳۲، پتہ: الدار السلفیہ حامد بلڈنگ مومن پورہ مولانا آزاد روڈ بمبئی۔

زیر نظر کتاب "اسلام میں حلال وحرام"، مصر کے ایک ممتاز عالم، شعلہ بیان خطیب اور مصنف جناب ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی تصنیف ہے، یہ کتاب ان کی مشہور کتاب الحلال والحرام فی الاسلام کا ترجمہ ہے جو شمس پیرزادہ صاحب نے اپنے سلیس قلم سے کیا ہے اور فقہ اسلامی جیسے نازک مسائل میں بھی ترجمہ کی خوبیوں کا لحاظ رکھا ہے۔ اگرچہ اس مختصر کتاب میں حلال وحرام کے تمام مسائل کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے، تاہم مصنف نے اس بات کا التزام ضرور کیا ہے کہ روزمرہ پیش آنے والے ضروری مسائل کی حلت و حرمت کو اس میں قلمبند کر دیں، خاص طور سے انہوں نے ان جدید مسائل کو جن سے لوگوں کو اسلامی معاشرہ میں ہر وقت سابقہ پڑتا ہے جمع کرنے کی کوشش کی ہے جیسے الکٹرک شاک، بند ڈبوں کا گوشت، سونے کا قلم اور گھڑی کے استعمال، فوٹو گرافی، تعدد ازدواج، فیملی پلاننگ، سود بیمہ، لاٹری، سینما بینی، گانا، موسیقی وغیرہ۔

کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں تحلیل وتحریم اللہ ہی کا حق ہے، حرام چیزیں باعث مضرت ہیں، نیک نیتی حرام کو حلال نہیں کرتی، وغیرہ، دوسرے باب میں ماکولات و مشروبات، لباس اور زینت، گھر، کسب، پیشہ، شکار وغیرہ تیسرے باب میں شادی بیاہ، خاندانی منصوبہ بندی۔ اور چوتھے باب میں عقائد و معاملات، کھیل، تفریح، اجتماعی روابط، غیر مسلمین کے ساتھ تعلقات جیسے مسائل پر مصنف نے سیر حاصل بحث کی ہے، مترجم نے ان کو بڑی ہی خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے، ترجمہ میں سلاست و روانی کے ساتھ آسان وسہل زبان استعمال کی گئی ہے، کہیں کہیں بامحاورہ ترجمہ کا بھی التزام کیا گیا ہے، کتاب کے شروع میں مولانا مختار احمد ندوی صاحب کا مقدمہ جامع اور پُر از معلومات ہے، کتاب ہر حیثیت سے قابل مطالعہ ہے، ممکن ہے قارئین کو کچھ ایسے مسائل سے بھی سابقہ پڑے جس سے ان کو اختلاف ہو، لیکن مصنف نے کتاب و سنت کی روشنی میں تمام مسائل کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔

THE DAILY JANG RAWALPINDI

روزنامہ جنگ راولپنڈی

جلد ۳۰ | اتوار ۹ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ ۱۹ مارچ ۱۹۷۸ء ۵ چیت | نمبر ۷۸

ذوالفقار علی بھٹو کو سزائے موت کا حکم سُنا دیا گیا،

شہادتوں سے ملزموں کے الزامات پوری طرح ثابت ہو گئے ہیں

بڑے سے بڑے عہدے پر فائز شخص بھی قانون سے بالا نہیں ہوتا

بھٹو نے ذاتی مقاصد کے لئے ایف ایس ایف کے عملے کو جرائم پیشہ اور اُجرتی قاتل بنا دیا تھا۔

آئین وقانون کو اپنی سیاست کی باندی بنانے والا وزارت عظمیٰ کے عہدے کا اہل نہیں ہو سکتا۔

بڑے ملزم کے طرز عمل سے ثابت ہو گیا کہ وہ عادی جھوٹا ہے، وہ عبرتناک سزا کا مستحق ہے، فل بنچ کا فیصلہ،

لاہور ۱۸ مارچ (نمائندہ جنگ۔ اے پ پ + ریڈیو رپورٹ) لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ نے نواب محمد احمد خان کے قتل کے مقدمہ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے چیرمین سابق وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو اور چار دوسرے ملزموں میاں عباس، افتخار، ارشد اقبال، غلام مصطفےٰ کو سزائے موت سُنا دی۔ عدالت نے حکم دیا کہ ان تمام ملزموں کو اس وقت تک تختہ دار پر لٹکائے رکھا جائے جب تک ان کی موت واقع نہ ہو جائے، تاہم ملزموں کو سپریم کورٹ میں اپیل کرنے کے لئے سات دن کی مہلت دی گئی ہے۔ یہ فیصلہ چار سو پانچ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ فل بنچ نے متفقہ طور پر دیا ہے۔

مقدمہ قتل کے بڑے ملزم کا ذکر کرتے ہوئے ہائیکورٹ کے فل بنچ نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ یہ قدر ستم ظریفی ہے کہ ایسے ملک کا حکمران جس کا آئینی طور پر سرکاری مذہب اسلام ہو اور جس کا واضح مقصد یہ ہو کہ مسلمان انفرادی اور اجتماعی شعبوں میں قرآن پاک سنت نبوی کے تحت اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کریں اور تمام شہریوں کو آزادی سے زندہ رہنے کی ضمانت حاصل ہو۔ بے رحمانی اور سفاکانہ طریقے سے ایک شہری کی بیش بہا زندگی سے کھیلے عدالت نے لکھا ہے کہ آئین کی دفعات کا تقاضہ ہے کہ اگر کوئی شخص وفاق کے حاکم اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہونے کا تہیہ کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنی زندگی قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالے جمہوریت آزادی مساوات ضبط وتحمل اور سماجی انصاف پر عملدرآمد کی ذمہ داری قبول کرنے سے پہلے خود میں یہ صفات پیدا کرے۔ اسے چاہیئے کہ اسلامی نظریے کے تحفظ کے لئے حلف اٹھانے سے پہلے خود اس نظریے پر ایمان کامل رکھے اور اس نظریے پر قائم رہے اسے قانون کا ایسے ہی احترام کرنا چاہئے جیسے وہ چاہتا ہو کہ دوسرے قانون کا احترام کریں۔ ایک ایسا شخص جو آئین وقانون کو اپنی سیاست کی باندی سمجھتا ہو وہ نہ تو وزارت عظمیٰ جیسے اونچے عہدے کا قابل ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے حلف سے بچ سکتا ہے، فل بنچ نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ جیسا کہ آئین میں دئے گئے وزیر اعظم کے حلف کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ پاکستان کا وزیر اعظم لازمی طور پر مسلمان ہو گا۔ وہ صرف نام کا مسلمان نہیں ہو گا، وہ قرآن وسنت کی جملہ تعلیمات پر ایمان رکھتا ہو گا، وہ صرف نام کا مسلمان نہیں ہو گا جو آئین وقانون اپنے لئے بغیر حد و اختیارات کا ذریعہ سمجھتا ہو۔ ایسا شخص آئین وقانون کی بنیاد کو تباہ کر دے گا جس کی پاسداری کا اس نے حلف اٹھا رکھا ہے۔ فیصلے میں کہا گیا ہے کہ اسلام مراعات یافتہ طبقے پیدا کرنے میں یقین نہیں رکھتا یہ حاکم و محکوم میں مساوات کا حامی ہے یہ ہر طرح کی طبقاتی امتیاز کی مخالفت کرتا ہے حتیٰ کہ خلیفہ، بادشاہ، وزیر اعظم یا صدر یا جس نام سے بھی کوئی حکمران ہو اس پر رائج الوقت قانون کا اسی طرح اطلاق ہو گا جس طرح عوام پر ہو گا۔ اسلام میں قانون کی نظر میں سب کی برابری کی وضاحت اس خطبے سے ہوتی ہے، جو خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق نے خلافت کے عہدے پر منتخب ہونے کے موقعہ پر دیا تھا۔ فیصلے میں کہا گیا ہے کہ تمام سرکاری اہلکاروں کو قانون کا پابند ہونا چاہئے اور قانون کے مطابق کام کرنا چاہئے۔ فیصلے میں کہا گیا ہے کہ کوئی شخص بھی قانون سے بالاتر نہیں ہے چاہے وہ ملک میں کسی بھی عہدے پر فائز ہو اور نہ ہی آئین کسی شخص کو قانون سے بالاتر قرار دیتا ہے لیکن مقدمہ قتل کے بڑے ملزم کا طرز عمل اس طرح رہا جیسے ملک میں انسانی قتل کے سلسلے میں قانون ہی نہ ہو اور وہ خود قانون سے بالاتر ہو انتظامی سربراہ کی حیثیت سے اس کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ قانون شکنی کے رجحان کو ختم کرتا لیکن بڑے ملزم نے اپنے ماتحتوں میں ایسے رجحانات پیدا کرنے کی کوشش کی اور انہیں ایک ایسے شخص کو ختم کرنے کے لئے استعمال کیا جسے وہ اپنا ذاتی دشمن سمجھتا تھا اس لئے وہ کسی قانون کے تحت زیادہ سے زیادہ سزا سے نہیں بچ سکتا اس طرح بڑا ملزم عبرتناک سزا کا مستحق ہے۔

عادی جھوٹا: فل بنچ نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ بڑے ملزم نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ عادتاً اور فطرتاً جھوٹا ہے اسے تین بار ٹائپسٹ فراہم کیا گیا ہے تاکہ وہ براہ راست اپنا بیان تیار کر سکے بڑے ملزم نے تین بار بیان ٹائپسٹ کو لکھوایا۔ ۲۵ جنوری کو ۹ صفحے لکھوائے ۲۸ جنوری کو ۱۱ سے زائد صفحے لکھوائے۔ ۷ فروری کو پھر اس نے عدالت تک کی مذمت کے بیزار صفحات لکھوائے۔ یہ تینوں بیانات عدالت کے خلاف جھوٹے اور توہین آمیز الزامات سے پُر تھے۔ پہلے دو بیانات دفعہ ۳۴۲ کے تحت پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں تھے یہ بیانات بالکل غیر متعلق تھے اور آخری بیان لکھوانے کی اس وقت اجازت دی گئی جب صفائی کی شہادتیں ختم ہو گئی تھیں۔ اس موقع پر عدالت میں اس قسم کے بیان دینے کی گنجائش باقی نہیں تھی اس کے باوجود بڑے ملزم نے الزام لگایا کہ بیانات مکمل طور پر ریکارڈ نہیں کئے گئے فیصلے میں کہا گیا کہ پانچ ملزموں میں سے بڑا ملزم واحد تھا جو عدالت کے بارے میں ہر طرح کے جھوٹے اور من گھڑت الزامات عائد کرتا اس کا رویہ نہ صرف توہین آمیز تھا بلکہ اشتعال انگیز تھا۔

ضروری اطلاع: مندرجہ ذیل خریدار حضرات کی رقوم عرصے سے دفتر میں آ گئی ہوئی ہیں مگر پتہ نامکمل ہونے کی وجہ سے دشواری پیش آ رہی ہے۔ براہ کرم اپنا پورا پتہ مع حوالہ نمبر خریداری جلد ارسال فرمائیں تاکہ صحیح اندراج ہو سکے۔ (۱) سید نور ابراہیم صاحب احمد آباد (۲) محمد حسین احمد حبیب اللہ صاحب پرور بورڈ گجرات (۳) محمد عبد القیوم ندوی مالدہ بنگال (۴) جاوید صاحب ...
(منیجر)